قرآنی حقائق بیان کرنے والا

تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی مجلہ

الفرقان

سال نامہ نومبر - دسمبر 1969ء

مُدِیرِ مسئول

ابو العطاء جالندھری

سالانہ چندہ

پاکستان چھ روپے

بیرونی ممالک تیرہ شلنگ

بذریعہ ہوائی ڈاک ایک پونڈ

اس رسالہ کی قیمت ڈیڑھ روپیہ

یاد گاری فوٹو

سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

یہ فوٹو سیالکوٹ میں مکرم آغا غلام حیدر خان مرحوم پریذیڈنٹ کشمیر کمیٹی سیالکوٹ کے مکان پر ۱۳ ستمبر ۱۹۳۱ء کو لیا گیا۔ جبکہ حضرت امام جماعت احمدیہ بحیثیت صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی سیالکوٹ میں کمیٹی کے اہم اجلاس کے لئے تشریف لے گئے تھے اس کمیٹی کے ممبران میں علامہ محمد اقبال مرحوم بھی شامل تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جلد ۱۹ — شمارہ ۱۱-۱۲	ماہنامہ **الفرقان** ربوہ — نومبر؍دسمبر ۱۹۶۹ء	رمضان المبارک؍شوال ۱۳۸۹ھ — نبوت؍فتح ۱۳۴۸ ہجری شمسی

فہرست

عنوان	مصنف	صفحہ
مقالات: (۱) جماعت احمدیہ کی طرف سے قرآن مجید کے اردو تراجم و تفاسیر	(اداریہ) اقتباس سیارہ ڈائجسٹ لاہور	ص۲
(۲) تصوف اور اس کی تاریخ	ابو العطاء	ص۵
(۳) حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید	جناب خان بشیر احمد صاحب رفیق امام مسجد لندن	ص۲۵
(۴) الہام اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر دائمی گواہ)	جناب چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ سابق امام مسجد لندن	ص۴۳
(۵) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامے	جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد	ص۵۳
(۶) امریکہ کے سیاہ فام مسلمانوں کی تحریک پر ایک نظر	جناب قاضی محمد برکت اللہ صاحب امریکہ	ص۶۱
(۷) عظمتِ یوسفی (سورۂ یوسف کی روشنی میں)	جناب شیخ نور احمد صاحب منیر سابق مبلغ بلادِ عربیہ	ص۷۸
منظومات: (۱) رحمتوں کے دن (نظم)	جناب ثاقب زیروی لاہور	ص۳۳
(۲) طوفانِ نور (نظم)	جناب نسیم سیفی۔ ربوہ	ص۲۴
(۳) اے احمدی جوانِ حسن (نظم)	جناب مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری ربوہ	ص۴۲
(۴) حاصل خدا کے فضل کا سامان ہے آجکل (نظم)	جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب شاد	ص۱۰۷
اقتباسات و شذرات: (۱) عمر بڑھانے کا بہترین نسخہ	(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)	ص۳۲
(۲) ملکی حالات کی نزاکت کا تقاضا	(اقتباس)	ص۵۲
(۳) شذرات	ایڈیٹر	ص۱۰۸

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہٖ کا ارشاد

اس خاص نمبر میں تین مقالے تصوف اور اس کی تاریخ، الہام اِنِّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے کارنامے وہ ہیں جو ستر دو وقت میں مجلس ارشاد مرکزیہ کے اجلاس منعقدہ ۸ر نومبر زیر صدارت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ پڑھے گئے تھے حضور نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ مقالے بہت محنت سے تیار کئے گئے ہیں اور ان میں حفاظت کے خدائی وعدے، خلافت کی برکات اور اصل تصوف پر عمدہ پیرائے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔" (الفضل ۱۱ر نومبر (نبوت) ۱۹۶۹ء)

قواعد و ضوابط

(۱) سالانہ چندہ پیشگی:۔

پاکستان ۔ چھ روپے

دیگر ممالک ۔ دس روپے یا تیرہ شلنگ

ہوائی ڈاک سے ۔ ایک پاؤنڈ

(۲) تاریخ اشاعت ہر ماہ کی دس تاریخ مقرر ہے

(۳) رقوم بنام مینیجر اور مضامین بنام ایڈیٹر بھیجے جائیں!

اداریہ

جماعت احمدیہ کی طرف سے قرآن مجید کے اردو تراجم وتفاسیر

لاہور کے ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ نے ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۶۹ء میں ایک ضخیم قرآن نمبر شائع کیا ہے اس نمبر میں ادارہ نے اپنی معلومات کی حد تک اردو زبان میں شائع شدہ مکمل و نامکمل تراجم وتفاسیر کی ایک جامع فہرست پیش کی ہے جو بڑی محنت اور عرق ریزی سے تیار کی گئی ہے۔

اس فہرست میں جماعت احمدیہ کے نام سے جن اردو تراجم وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ اگرچہ نامکمل ہے تاہم ادارہ سیارہ ڈائجسٹ کی خاص محنت پر دال ہے۔ ہم شکریہ کے ساتھ اس حصہ کو اُن کے نقشہ اور نمبروں کے مطابق بغرض ریکارڈ ان کے الفاظ میں ہوبہو درج کرتے ہیں:-

حصۂ الف

نمبر شمار	نام مترجم یا مفسر	نام ترجمہ یا تفسیر	مقام اشاعت	مطبع	سن طباعت	ضخامت
۴۰	بشیر الدین محمود احمد، مرزا (خلیفہ ثانی جماعت احمدیہ)	ترجمہ قرآن مع "تفسیر صغیر"	لاہور	نقوش پریس	۱۹۶۶ء	۹۵۴
	کیفیت: ۱۹۶۶ء میں بہترین آرٹ پیپر پر بڑی نفاست سے چھپا۔ صفحہ دو کالمی ہے۔ ایک میں متن اور دوسرے میں ترجمہ۔ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۵۷ء میں ربوہ میں شائع ہوا۔					
۴۱	"	تفسیر کبیر (۱۱ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے)	"			
۷۰	روشن علی، حافظ (احمدی)	ترجمہ قرآن بین السطور	لاہور	آفتاب عالم پریس		۷۸۳
	کیفیت: دوسرا ایڈیشن تقسیم ملک کے بعد ظفر بک ڈپو سرگودھا اور کتاب گھر راولپنڈی سے شائع ہوا۔					
۷۴	سرور شاہ مولوی (احمدی)	تفسیر سروری مع ترجمہ				
	کیفیت: رسالہ تعلیم الاسلام، ضمیمہ ریویو آف ریلیجنز اور رسالہ تفسیر القرآن					

		میں بالاقساط ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۲ء تک طبع ہوئی۔				
۱۳۰	عمر، میاں معراج دین (احمدی)	حمائل شریف مترجم مع حواشی				
۱۳۱	غلام احمد، مولوی (بدوملہی، احمدی)	ترجمہ قرآن				
۱۳۲	غلام حسن نیازی پشاوری (احمدی)	اردو زبان میں ترجمہ و مختصر مطالب قرآن موسوم بہ حسن بیان	لاہور	برائٹ کیپیٹل کوآپریٹو پریس	۱۹۳۹ء	۲۵۶
۱۵۷	محمد اسحٰق، میر (احمدی)	ترجمہ قرآن مع مختصر حواشی	لاہور	فوٹو آرٹ پریس		۷۷۹
۱۷۳	محمد سعید قادری حنفی، میر (احمدی) میر مجلس احمدیہ حیدرآباد دکن	قرآن مجید مترجم مع تفسیر اوضح القرآن مسمّٰی بہ تفسیر احمدی (۲ جلد)	آگرہ	مرتضائی	۱۹۱۵ء	۱۹۵+۲۶۵
۱۸۰	محمد علی، ایم۔اے، مولوی (م ۱۳۷۱ھ) لاہوری، احمدی	تفسیر بیان القرآن (۳ جلد)	لاہور	کریمی	۱۹۴۰-۴۲ء	
	کیفیت:	غرائب القرآن اور ضروری محاورات کا حل بھی کیا ہے اور انگریزی میں بھی قرآن مجید کا ترجمہ حامل المتن مع حواشی کے لکھا ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ایک جلد میں اس کا اعلیٰ عکسی طباعت کا ایڈیشن مختصر تفسیر کے ساتھ ۱۳۸۲ھ میں خاص اہتمام سے طبع کیا جس کے تفسیری فوائد بیان القرآن کا خلاصہ ہیں اور ترجمہ میں بھی قدرے اصلاح کی گئی ہے۔				
۱۹۰	معین الدین، پیر (احمدی)	مخزن معارف			۱۹۶۳ء	
	کیفیت:	تمام احمدی مترجمین اور مفسرین کی کتابوں اور تفاسیر سے اخذ و انتخاب کر کے پہلی جلد بلاک کے ساتھ شائع کی۔				
۱۹۱	معین الدین، پیر (احمدی)	مخزن معارف یعنی خلاصہ تفسیر کبیر (۳ جلد) از مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب			۱۹۶۲ء	
۲۰۵	نورالدین، مولانا حکیم (احمدی)	ترجمہ	آگرہ	خیرخواہ اسلام پریس	۱۹۱۰ء	
	کیفیت:	مولانا کے درس قرآن سے اخذ کر کے ترجمہ مذکور میرٹھ کے ایک احمدی نے شائع کیا۔				
۲۰۷	نورالدین، مولانا حکیم (احمدی)					
	کیفیت:	آپ کے درس قرآن کے نوٹس جو اخبار "بدر" میں باقاعدہ شائع ہوتے تھے				

		۱۹۳۲ء میں قادیان سے کتابی شکل میں شائع ہوئے۔				

حصّہ ب

۲	ابوالعطاء مولانا (احمدی)	ماہنامہ الفرقان میں قرآن مجید کا ترجمہ تفسیری نوٹوں کے ساتھ بالاقساط چھپ رہا ہے۔				
۱۹	اسماعیل محمد (احمدی)	۷ ، ۹ پارے				(غیر مطبوعہ)
۵۰	بشارت احمد ڈاکٹر لاہوری احمدی	نورالقرآن (۲ جلد)	لاہور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام		۱۹۵۵ء	آخری پاروں کے کچھ حصے کا ترجمہ و تفسیر
۵۱	بشیرالدین محمود احمد مرزا (احمدی)	تفسیر سورۃ کہف	قادیان	دفتر تحریک جدید		
۱۸۷	علی محمد چودھری بی اے (احمدی)	سلسلہ احمدیہ کی طرف سے شائع شدہ انگریزی تفسیر القرآن کی پہلی جلد کا اُردو ترجمہ				(غیر مطبوعہ)
۲۲۹	محمد اسماعیل شیخ پانی پتی (احمدی)	عورتوں اور بچوں کے لئے آسان اور سہل زبان میں ترجمہ شروع کر رکھا ہے۔				
۲۴۵	محمد علی ایم اے مولانا (احمدی)	نکات القرآن (ابتدائی پانچ پاروں کی تفسیر)	لاہور	احمدیہ انجمن اشاعت اسلام		
۲۵۶	مرزا غلام احمد (بانی سلسلہ احمدیہ)	تفسیر سورۃ الحمد و فاتحہ مرزا صاحب کی ۸۰ کے قریب تصانیف میں قرآن کریم کی آیات و سور کے ترجمے و تفسیر کا بیشتر حصہ "خزینۃ العرفان" کے نام سے دس جلدوں میں قادیان سے شائع ہو چکا ہے۔				
۲۷۹	نورالدین حکیم (خلیفہ اوّل) احمدی	تفسیر سورۃ جمعہ	امرتسر	وزیر ہند پریس	۱۹۲۵ء	
۲۹۱	یعقوب علی عرفانی (احمدی)	پارہ ۱، ۲، ۳، ۱۰، ۱۲، ۱۷، ۲۲ تا آخر	قادیان	احمدیہ پریس	۱۹۰۴ء	پارہ ۲۲ سے ماہوار رسالہ کے طور پر طبع ہونا شروع ہوا۔

الفرقان۔ جماعت احمدیہ اُردو کے علاوہ ہندی، گورمکھی، سواحیلی، ڈچ اور انگریزی وغیرہ زبانوں میں بھی تراجم شائع کر چکی ہے اور مزید زبانوں میں تراجم تیار ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت کو اللہ تعالیٰ خدمت قرآن کی خاص توفیق دے رہا ہے واللہ ذوالفضل العظیم +

تصوف اور اس کی تاریخ

از ابو العطاء

تمہید

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کا خمیر اپنی محبت سے اٹھایا ہے۔ مخلوق کا ہر ذرہ ذرہ اپنے خالق سے فطری رابطہ رکھتا ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے، اسے کامل طور پر الٰہی رنگ سے رنگین کیا گیا ہے۔ اس کی طبیعت میں اپنے رب کریم سے پیوستگی و دل بستگی ودیعت کر دی گئی ہے اسی لئے تمام انسانی ارواح اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کی آواز پر بے ساختہ بَلٰی، بَلٰی پکار اٹھیں۔ یہ شورِ محبت اسی نمک پاشی کا نتیجہ تھا جو خود خالقِ فطرت نے اپنے ہاتھوں سے کی تھی ؎

تُو نے خود رُوحوں پر اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
جس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

انسانی تاریخ ان واقعات سے بھرپور ہے کہ جذبۂ محبتِ الٰہی سے سرشار ہو کر ہزاروں لاکھوں بلکہ بے شمار انسان دنیا کی سب نعمتوں پر لات مار کر ویرانوں میں چلے گئے، اپنے رب کی یاد میں رات دن بسر کرنے لگے۔

ہر قوم اور ہر ملک میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول مبعوث ہوئے ہیں انہوں نے اپنے اپنے رنگ میں انسانوں کی عشقِ الٰہی میں رہنمائی فرمائی ہے انہیں محبت سے بہرہ ور ہونے کے طریق بتائے ہیں اور ان کی فطرت کے جذبات اور روحانی استعدادوں کے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ہدایت فرمائی ہے۔ نبیوں اور رشیوں کے وقت میں عشقِ حقیقی کی راہیں صاف اور واضح تھیں مگر ان کے بعد مرورِ زمانہ کے باعث وہ راہیں نظروں سے اوجھل ہو گئیں، وہ واضح راستے معدوم ہو گئے۔ اب جذبات تو باقی تھے، آگ بھی موجود تھی مگر ان جذبات کے استعمال کے لئے صحیح ہدایت گم ہو گئی تھی۔ اس آگ کو آسمانی نور میں تبدیل کرنے کے طریقے غیر معلوم تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا رہا کہ بہت سے لوگ راہِ حق سے بھٹک گئے اور غلط راہوں پر گامزن ہو گئے۔

عالمگیر دین، اسلام، کے ظہور سے پیشتر مذاہبِ عالم میں تحریف ہو گئی تھی۔ ان کی آسمانی کتابیں محرف و مبدل ہو گئی تھیں۔ ان کے پیرو محبوبِ ازلی کی جستجو کے لئے راہیں سوچنے لگے تو وہ از خود طریقے ایجاد کرنے لگے۔ ان میں بہت سے نیک نیت تھے۔ وہ غاروں میں، ویرانوں میں، دریاؤں کے کناروں پر

اور جنگلوں کی تنہائیوں میں تپسیا میں مگن رہتے۔ مجاہدات اور ریاضتیں بجا لاتے، اپنے جسم کو مشقتوں میں ڈالتے حتّٰی کہ بعض کے اعضاء شل ہو جاتے اور جسم مفلوج ہو جاتے۔ وہ سب اپنے زعم میں یہ سب طریقے اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے اختیار کرتے ——

مسیحیوں میں غیر فطری رہبانیت کا طریق بھی اسی لئے اختیار کیا گیا تھا کہ خدا کو راضی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ کہ ان لوگوں نے رہبانیت کے طریق کو اللہ کی خوشنودی کے ارادہ سے اختیار کیا تھا مگر یہ غیر شرعی اور غیر طبعی طریق تھا ہم نے اسے مقرر نہ کیا تھا اسلئے وہ لوگ اس کو نبھا نہ سکے فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔ (الحدید آیت ۲۸)

تاریخ بتلاتی ہے کہ قدیم ایام سے پرانی قوموں اور پرانے مذاہب کے پیروؤں میں ایک وقت میں ایسے خود ساختہ طریقے تصوّف اور تنسک کے نام سے جاری ہوتے رہے ہیں ان طریقوں کے پیچھے یہی جذبہ محرک تھا کہ ہم اپنے محبوب آقا کا وصال حاصل کر لیں۔ بے شک وہ لوگ غلطی کرتے رہے حتّٰی کہ راہِ حق سے بھٹک کر شرک میں بھی مبتلا ہو گئے مگر ہر جگہ کسی نہ کسی رنگ میں جذبۂ محبّت نظر آتا ہے ؎

ہمہ جا شور سے تو بینم چہ حقیقت چہ مجاز
سینۂ مسلم و مشرک ہمہ بریاں کردی

پس نبیوں اور رشیوں کے زمانوں میں جو ابتدائے آفرینش سے مبعوث ہوتے رہے ہیں صفائی قلب کے حقیقی سامان موجود ہوتے تھے۔ ان کے بعد مجاہدات کی شکل بدلتی رہی ہے۔ ان مجاہدات کا نام تصوّف رکھا گیا ہے جس میں زمانۂ نبوّت کی صفائی کی کچھ جھلک بھی ہوتی تھی اور کبھی خود ساختہ طریقے بھی راہ پا جاتے تھے۔ پس جس طرح سلسلۂ نبوّت شروع دنیا سے جاری ہے اسی طرح تصوّف کا وجود بھی کسی نہ کسی رنگ میں ابتداء سے موجود ہے۔

تصوّف کے لغوی معنے

لفظ تصوّف کا اصل مادہ صَ وَ فَ ہے۔ اس مادہ کے لغوی معنے میلان، استواری اور کثرت کے ہیں۔ صَافَ عَنْ كَذَا: مَالَ، صاف يصوف صوفًا: عَدَلَ، صَافَ الكبشُ: كَثُرَ صُوْفُه۔

(اقرب الموارد۔ المنجد)

اس مادہ کے باب تفعّل میں استعمال ہونے پر اس کے معنوں میں لکھا ہے :۔

تصوّف الرجلُ : صار صوفيًا — تخلّق بأخلاق الصوفية فهو متصوّف۔

اس جگہ سوال ہوگا کہ صوفی کون ہے؟ اقرب الموارد میں لکھا ہے :۔

الصوفي، عند اهل التصوّف: من هو فانٍ بنفسه، باقٍ

بِاللّٰہ تعالیٰ، مستخلَصٌ من
الطبائع، متصلٌ بحقیقة
الحقائق ج صوفیة ۔
(اقرب الموارد)

ترجمہ۔ اہلِ تصوّف کے نزدیک صوفی وہ
ہے جو اپنے آپ سے فنا ہو جائے
اور اسے بقاء باللہ حاصل ہو۔
وہ جذبات طبیعت سے آزاد ہو
اور اللہ تعالیٰ سے جو حقیقة الحقائق
ہے واصل ہو جائے۔"

اسی بناء پر صاحب اقرب الموارد نے تصوّف کی
تعریف بایں الفاظ ذکر کی ہے

" التصوّف ھو تصفیةُ القلب
عن موافقة البریة، ومفارقةُ
الاخلاق الطبعیة، واخمادُ
الصفات البشریة، ومجانبةُ
الدعاوی النفسانیة، و
منازلةُ الصفات الروحانیة،
والتعلقُ بعلوم الحقیقة۔"
(اقرب الموارد)

کہ تصوّف دل کو مخلوقات کی موافقت
سے پاک کرنے، طبعی ابتدائی اخلاق
سے ترقی کرنے، بشری خواہشات کو
بُجھا دینے، نفسانی دعاوی سے اجتناب
کرنے اور صفاتِ روحانیہ سے ہمکنار
ہونے اور علومِ حقیقت سے تعلق پیدا
کرنے کا نام ہے۔"

تصوّف کی اصطلاحی تعریف اور وجہ تسمیہ

تصوّف کی اصطلاحی تعریف میں خود علماء اور
صوفیاء کے ہاں بہت سے اقوال ہیں۔ امام عبدالکریم
القشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"ھذہ التسمیة غلبت علی
ھذہ الطائفة فیقال رجل
صوفی وللجماعة صوفیة ومن
یتوصل الی ذٰلک یقال له
متصوف وللجماعة المتصوفة
ولیس یشھد لھذا الاسم
من حیث العربیة قیاس و
لا اشتقاق والاظھر فیه
انه کاللقب۔" (الرسالة
القشیریة مطبوعہ مصر ص۱۲۹)

ترجمہ۔ لفظ صوفیاء بالعموم اس گروہ کا نام
ہے ایک آدمی کو صوفی اور گروہ کو
صوفیہ کہیں گے۔ جو لوگ ان کی طرف
منسوب ہوں انہیں متصوّف اور
گروہ متصوفین کہا جاتا ہے۔ عربی
زبان کے لحاظ سے اس نام کے
اطلاق کے لئے کوئی قیاس یا اشتقاق
موجود نہیں۔ واضح بات یہی ہے کہ یہ

نام بطور لقب استعمال ہوتا ہے۔
مشہور صوفی الشیخ علی الہجویری رحمہ لکھتے ہیں :۔

"مردماں اندر تحقیق ایں اسم بسیار سخن گفتہ اند و کتب ساختہ، وگروہے ازاں گفتہ اند کہ صوفی را برائے آں صوفی خوانندہ اند کہ جامۂ صوف دارد وگروہے گفتہ اند کہ صوفی را از برائے آں صوفی خوانند کہ از صفّ اوّل باشد، وگروہے گفتہ اند کہ بداں صوفی گویند کہ تولّا بہ اصحاب صُفہ رضی اللہ عنہم کردہ اند وگروہے گفتہ اند کہ ایں اسم از صفا مشتق است و ہرکسے را اندریں معنی اندر تحقیق ایں طریقت لطائف بسیار است اما بمقتضائے لغت ازیں معنی بعید مے باشد۔" (کشف المحجوب[۲۲])

کہ اِس نام کی تحقیق میں لوگوں کے مختلف خیالات ہیں اور بہت سے قول ہیں۔ ایک گروہ کے نزدیک چونکہ یہ لوگ جامۂ صوف میں ملبوس رہتے تھے اسلئے صوفی کہلائے بعض کا خیال ہے کہ لفظ صوفی کا ماخذ صفِ اوّل ہے، یہ حضرات چونکہ صفِ اوّل میں رہتے تھے اسلئے لقب صوفی سے موسوم ہوئے، ایک گروہ کا مسلک ہے کہ چونکہ ان لوگوں کو اصحاب صفّہ سے خاص محبت تھی اسلئے یہ صوفی کہلائے۔ ایک اور جماعت اِس لفظ کا اشتقاق لفظ صفا سے بتاتی ہے اور ہر گروہ اپنی تائید میں خوب خوب نکتے پیدا کرتا رہتا ہے لیکن لغت سے کسی قول کی بھی تائید نہیں ہوتی۔"

اِس جگہ امام قشیریؒ کا قول جسے مشہور مورخ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں نقل کیا ہے درج کرنا بھی موزوں ہے امام قشیریؒ کے قول کا اُردو ترجمہ حسب ذیل ہے :۔

"جو کہتے ہیں کہ صوفی صَفا یا صَفت سے مشتق ہے تو قیاس لغوی کے پیشِ نظر ان کا خیال بھی بعید از حقیقت معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کہا جائے کہ صوفیا صوف (اُون) پوش تھے اور یوں اُن کو صوفیہ کہا جاتا تھا تو یہ بات بھی اپنے اندر واقعیت نہیں رکھتی کیونکہ اُون صوفیہ ہی نہیں پہنا کرتے تھے کہ یہ ان کی صفتِ امتیازی ٹھہرتی مگر میرا جہاں تک خیال ہے اگر اِس لفظ کو صوف (اُون) سے مشتق مانا جائے تو اس کا اِس طرف اشارہ ہوگا کہ صوفیہ نے دنیا داروں کی طرح زرق برق لباس سے اجتناب کرکے ان کے مقابلہ میں اپنا مخصوص لباس صوف یا موٹا جھوٹا لباس اختیار کیا تھا اور یہی لباس ان کے لئے

امرِ فارق ہوگیا تھا اور طرۂ امتیاز"
(ترجمہ مقدمہ ابن خلدون فصل گیارہ ص ۴۸
مطبوعہ کراچی)

اِس اقتباس سے ظاہر ہے کہ تصوف اور صوفی کی تعریف میں بہت اختلاف ہے۔ میرے نزدیک اسے لفظ صوف سے ماخوذ قرار دینا زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ مراد یہ ہوگی کہ راہِ خدا میں تلخی کی زندگی کو اختیار کرنا تصوف ہے اور دنیوی آلائشوں سے بچنے والا صوفی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول
تا تم پہ ہو ملائکہ عرش کا نزول

اسلام اور تصوّف کا تصوّر

اسلام دینِ فطرت ہے اور کامل و عالمگیر ہے۔ اس کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے۔
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ
(الحجر) اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع الصفات اور خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ کو سب قوموں اور سب زمانوں کے لئے اُسوۂ حسنہ قرار دیا۔ اس لئے آپ کے وصال کے بعد بھی دینِ قویم کے معدوم ہو جانے کا امکان نہیں رہا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے اعلان کروا دیا۔
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران آیت ۳۲) کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو، اپنی فطرت کی آگ کو نور میں تبدیل کرنا چاہتے ہو تو آؤ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو، آپ کے نقشِ قدم پر چلو تم خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ گویا شریعتِ کاملہ بھی موجود ہے اور اُسوۂ حسنہ بھی سامنے ہے اب صرف عمل کرنے کا سوال ہے۔ اب کسی نئے طریق یا کسی جدید روش کے ایجاد کرنے کا ہرگز سوال نہیں ہے۔ بلکہ اِس جادۂ مستقیم سے انحراف کرنا صریح ضلالت اور گمراہی ہے۔

قرآن مجید نے منعم علیہم لوگوں کی راہ صاف صاف بیان کر دی ہے اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ واضح طور پر پیش کر دیا ہے اسلئے قرآن مجید اور سنّتِ نبوی کے علاوہ کسی اور تصوّف کا سوال مسلمان کے لئے پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنّت میں تصوّف کا لفظ مذکور نہیں۔ قرآن مجید نے عشقِ الٰہی اور محبتِ رسول کی منزلیں واشگاف الفاظ میں بیان کر دی ہیں، قربانی کی راہیں بتا دی ہیں وہ شورہ طریقے زندگی کے بتا دیئے ہیں جن سے محبوبِ ازلی کا وصال نصیب ہو جاتا ہے اور مومن کو نفسِ مطمئنہ مل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ نبوی اور دورِ صحابہؓ میں صوفیاء اور متصوفین کا کوئی گروہ نظر نہیں آتا بلکہ خیر القرون میں بھی ایسی کوئی علیحدہ جماعت دکھائی نہیں دیتی جنہیں صوفیوں کی جماعت قرار دیا جاتا ہو۔ سبھی مومن قانت تھے سبھی ایثار پیشہ اور

عبادت گزار تھے، کمیت اور کیفیت میں ضرور فرق ہے مگر نفسِ عبادت اور حقیقتِ دین کے اپنانے میں کوئی فرق نہ تھا۔

تصوف اگر عبادت پر زور دینے کا نام ہے تو اسلام میں عبادت پر انتہائی زور موجود ہے۔ تصوف اگر معاملات کی صفائی کا نام ہے تو اسلام میں اس کی جامع تعلیم موجود ہے۔ تصوف اگر دنیا سے دل نہ لگانے اور آخرت کو یاد رکھنے کا نام ہے تو اسلام میں اس بارے میں کامل ہدایات پائی جاتی ہیں تصوف اگر باطن کی صفائی کا نام ہے تو اسلام میں جس قدر باطنی طہارت اور پاکیزگی پر زور دیا گیا ہے وہ بے مثال ہے۔ غرض تصوف کی تمام اغراض کو اسلام نے روزِ اول سے مکمل طور پر پورا کر دیا ہے پس اسلام ایسے کامل دین کے بعد پرانے زمانوں کے تصوف کا تصور ہی غیر معقول ہے۔ پہلے دین اول تو کامل نہ تھے پھر محفوظ نہ رہے تھے۔ نیز ان ادیان میں کامل عملی نمونہ بھی نہ تھا لہذا وہاں تصوف کی گنجائش پیدا ہو گئی تو اس کا امکان تھا مگر یہاں اسلام کے بعد اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسلامی معاشرہ کی بنیاد

اسلام نے جس روحانی تمدن کی بنیاد رکھی ہے اس میں دنیا سے پیار اور اموال و زینتِ دنیا سے دل بستگی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ تو درست ہے کہ اسلام رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا۔ وہ اس طرز پر ترکِ دنیا کی تلقین نہیں کرتا جیسا کہ بعض پہلے راہبوں اور جوگیوں کے ہاں موجود ہے۔ اسلام دنیا میں رزقِ حلال کمانے کا حکم دیتا ہے۔ وہ متاہلانہ زندگی بسر کرنے کی بھی ہدایت دیتا ہے مگر وہ ان تمام ذرائع و اسباب کو قربِ الٰہی کے وسائل کے طور پر اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے، وہ رزقِ حلال کمانے کی اجازت دیتا ہے تا مومن اپنے مال کو راہِ خدا میں خرچ کر سکے، دین کی اشاعت میں اسے صرف کر سکے، غرباء اور محتاجین و مستحقین کی امداد میں خرچ کر سکے۔ غرض اسلام مومن کو ہر وقت "دست در کار دل بایار" کی حالت میں دیکھنا چاہتا ہے۔ یہی وہ صحیح تصوف ہے جسے اسلام نے قائم کیا ہے۔

۵ھ ہجری میں غزوۂ احزاب کے بعد جب کفار کی طاقت پاش پاش ہو گئی اور اسلامی فتوحات وسیع سے وسیع تر ہونے لگیں تو بعض کمزور طبائع میں دنیا کی آسائشوں کی طرف رجحان پیدا ہونے کا امکان تھا۔ عین اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس خطرہ کے سدِ باب کے لئے آیاتِ تخییر نازل فرما دیں۔ فرمایا :-

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ
اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ
وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝
وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ
اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ

اَجْرًا عَظِيْمًا ٥ (الاحزاب ع)
کہ اے نبی! تو اپنی بیویوں سے کہدے
کہ اے میری بیویو! اگر تمہارا مقصود
دنیا اور دنیا کی زینت ہے تو آؤ
میں تمہیں دنیوی مال و منال دیکر عمدگی
سے رخصت کر دوں۔ ہاں اگر تم اللہ
اس کے رسول اور آخرت کی زندگی کی
خواہاں ہو (تو تمہیں دنیا اور دنیا کی
زینت سے پہلو تہی کرنی پڑے گی) اس
صورت میں تم میں سے نیکو کاروں کیلئے
اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مقرر فرمایا ہے"

یہ وہ نصب العین ہے اور یہ وہ طریقِ زندگی ہے جو وسعتوں اور فراخیوں کے ایام میں بھی مومنوں اور مومنات کا نصب العین اور طریقِ زندگی ہے۔ صحابہؓ اور صحابیاتؓ کی زندگیاں اسی ڈگر پر جاری رہیں۔ دنیا کے اموال آئے اور بکثرت آئے مگر ان برگزیدہ انسانوں نے ان اموال کو پرِ کاہ کے برابر وقعت نہ دی۔ انہوں نے ان اموال کو نہ اپنایا بلکہ انہیں دین کی خاطر قربان کرتے رہے اور غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کرتے رہے۔ بعض دفعہ اموال کے انبار آجاتے مگر وہ لوگ غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے انہیں مستحقین کے ہاتھوں تک پہنچا دیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اِس طرزِ معاشرت میں کسی خاص تقشف اور تصوف کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت تو گویا سارا معاشرہ ہی صوفیاءِ ابرار، زہاد و نساک کا معاشرہ تھا۔

مسلمانوں میں تصوف کا آغاز کیونکر ہوا؟

دوسری تیسری صدی ہجری میں نئی پود اور نئے نومسلموں کے حالات میں تغیر پیدا ہوگیا۔ ایک خاص تعداد کا انداز دنیا دارانہ ہوگیا۔ وہ اموالِ دنیا سے پیار کرنے لگے اور عیش و عشرت کی زندگی ان کا مطلوب بن گئی۔ اس وقت بھی سمجھانے والے موجود تھے اور نیک نمونے بھی بکثرت تھے۔ مگر جو عمومی تبدیلی ہو رہی تھی اس کے مقابلہ کے لئے خاص جدوجہد کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ صلحاء میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ ترکِ دنیا اور محبتِ اموال سے اجتناب کی تلقین لازمی ہے۔ ایسے تلقین کنندہ اپنی زندگیوں میں خاص نمونہ قائم کرنے کے ذمہ وار قرار پائے۔ وہ صحابہؓ کے صحیح نمونہ پر قائم ہوئے۔ ایسے لوگوں کو ان سے پیار و محبت کے اظہار کے طور پر صوفی کے لقب سے یاد کیا جانے لگا اور یہ سلسلہ دُور دراز تمام ممالک میں جاری ہوگیا۔ ایسے لوگوں کو دنیائے اسلام میں عزت و عظمت کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ ان کے نمونہ کی اقتداء کو پسند کیا گیا۔ ان کی باتوں پر کان دھرے جاتے تھے۔ یہ صوفیاء اسلام کی صحیح تعلیم کے محافظ قرار پائے اور انہوں نے اپنے قول و عمل سے سنّتِ نبوی اور صحابہؓ کے رنگ کو قائم کیا۔ وہ شریعت کے پابند تھے اور دوسروں کو شریعت کی پابندی کی تلقین کرتے تھے۔ جہاں کہیں کوئی غلط اصطلاح قائم ہونے لگتی یا شریعت سے انحراف کی کوئی صورت پیدا ہونے لگتی تھی تو حقیقی

صوفیا شمشیر برہنہ کی طرح حق کی حمایت میں میدان میں آجاتے تھے۔ جزاهم الله عنا وعن المسلمين خیر الجزاء۔

صوفیاء کے طبقات

حقیقی صوفیاء کی عظمت و وقعت کے پیش نظر ان کے شاگردوں کا ہونا بھی لازمی تھا جو اپنے ابرار اساتذہ کے ہمرنگ تھے۔ نیز کچھ زمانہ کے بعد کچھ ایسے لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے جو حقیقتِ تصوف سے عاری تھے وہ دین سے بے بہرہ تھے مگر انہوں نے صوفیوں کا لبادہ اوڑھ لیا، ان کا سا نام رکھ لیا اور دنیا کمانا مقصود قرار دے لیا۔ ایسے جعلی صوفیوں نے اسی طرح تصوف کو بدنام کر دیا جس طرح جھوٹے علماء نے ربانی عالموں کو بدنام کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے قرونِ وسطیٰ میں خود صوفیاء نے امتیاز کیلئے تصوف کی طرف منسوب ہونے والوں کو تین اقسام میں تقسیم کر دیا تھا۔ مشہور بزرگ الشیخ علی الہجویری نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں اہل تصوف کے تین طبقات صوفی، متصوف اور مستصوف تحریر فرمائے ہیں۔ لکھتے ہیں :-

"صوفی وہ ہے جو اپنے نفس سے فانی ہو کر حق میں زندہ و باقی ہو اور مادیت سے گزر کر حقیقت تک رسائی حاصل کر چکا ہو۔ متصوف وہ ہے جو مجاہدہ کر کرکے یہ راہ طے کر رہا ہو اور اس منزل تک رسائی کی کوشش میں ہو۔ مستصوف وہ ہے جو محض جاہ و مال کے لئے دنیا طلبی کی خاطر اپنے کو صوفیہ و متصوفہ کے مشابہ بنا دے اور حقیقتاً ان دونوں سے بے بہرہ ہو۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ مستصوف صوفی کی نظر میں مکھی کی طرح حقیر ہوتا ہے اور دوسروں کی نظر میں بھیڑیئے کی مانند جس کی غذا ہی گوشت اور خون ہے۔"

(کشف المحجوب بحوالہ تصوفِ اسلام مصنفہ مولانا عبد الماجد دریابادی)

امام عبد الکریم القشیری نے بھی جعلی صوفیوں کو ذباب اور ذئاب قرار دیا ہے اور اپنی تصنیف الرسالۃ القشیریۃ میں ان کی شدید مذمت کی ہے۔

صوفی اور صافی میں فرق
حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صوفی اور صافی، صاحب الحال اور صاحب المقام کی دو لطیف اصطلاحیں بیان فرمائی ہیں۔ اپنے مکتوب میں حضورؑ تحریر فرماتے ہیں :-

"صوفی باعتبار اس حالت کے سالک کا نام ہے کہ جب وہ اپنے زور اور تمام توجہ اور تمام عقل اور تمام اطاعت اور تمام مشغولی سے خدا تعالیٰ کی راہ میں قدم اٹھاتا

ہے اور اپنی جانفشانیوں اور محنتوں اور صدقوں کے ذریعہ خدا تعالیٰ تک پہنچنا چاہتا ہے تو اس حالت میں تمام کاروبار اس کا وابستہ اوقات ہوتا ہے۔ اگر اپنے وقتوں کو ہر یک لہو ولعب سے بچا کر یادِ الٰہی سے معمور کرتا ہے تو اگر خدا نے چاہا ہے تو کسی منزل تک پہنچ جاتا ہے لیکن اگر حفظِ اوقات میں خلل ہوتا ہے تو اس کا سارا کام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ جیسے اگر مسافر چلتا رہے تو جائے مقصود تک پہنچتا ہے پر اگر چلنا چھوڑ دے بلکہ جنگل میں آرام کرنے کی نیت سے سو جائے تو قطع نظر عدم وصول کے جان کا بھی خطرہ ہے۔ سو جیسے مسافر ابن السبیل ہے سبیل کو قطع نہ کرے تو کیسے ٹھکانہ تک پہنچے۔ ایسا ہی صوفی ابن الوقت ہے۔ اپنے وقت کو خدا کی راہ میں لگا وے تو مقصود پاوے۔ پس جبکہ حفظِ وقت صوفی کے لازم حال پڑا ہے تو اپنے کام کو فردا یا پس فردا پر ڈالنا اس کے حق میں مہلک ہے اور نیز صوفی کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ اسی جہان میں اپنی نجات کے آثارِ نمایاں کا طالب ہو اور اپنے کام کے دن میں ہی اپنی اجرت کا خواستگار ہو۔ فردا یعنی قیامت پر صوفی اپنا حساب نہیں ڈالتا اور نسیہ اور ادھار کا روادار نہیں ہوتا بلکہ دست بدست مزدوری مانگتا ہے اور اس آیت شریفہ پر اس کا عمل ہوتا ہے مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی۔ پس صوفی ان علماء ظاہری کی طرح نہیں ہوتا کہ جو صرف ظاہری اعمال بطور عادت اور رسم کے بجا لا کر اور تزکیۂ نفس اور تنویرِ قلب سے بکلی محروم رہ کر پھر بہشت کی امیدیں باندھ رہے ہیں بلکہ صوفی اسی جہان میں اپنے بہشت کو دیکھنا چاہتا ہے اور صرف وعدوں پر قناعت نہیں کرتا۔ سو صوفی عمل کی رُو سے بھی ابن الوقت ہے جو حفظِ اوقات ہی سے اس کے سارے کام نکلتے ہیں اور حاضر الوقت نعمتوں کو پاتا ہے لیکن چونکہ ہنوز اپنی ہی قوتوں اور طاقتوں اور اخلاصوں اور صدقوں اور محنتوں اور مجاہدات پر اس کا مدار ہے اور مسافر کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ قدم رکھنا اس کا کام ہے اس لئے وہ صاحبِ حال ہے صاحبِ مقام نہیں۔ کیونکہ حال وہ ہے جو تغیّر پذیر ہو اور مقام وہ ہے جس کو ثبات اور قرار ہو۔ پس صوفی ابھی مسافر کی طرح ہے۔ ایک جگہ چھوڑتا ہے دوسری جگہ جاتا ہے۔ دوسری جگہ چھوڑتا ہے تیسری جگہ جاتا ہے لیکن صافی وہ ہے جس کو بعد حصول فنا اتم کے عنایاتِ الٰہیہ نے اپنی گود میں

لے لیا ہے اب اس کو ان محنتوں اور مشقتوں سے کچھ غرض نہیں کہ جو صوفی کو پیش آتی ہیں کیونکہ وہ کاسات وصال سے بہرہ یاب ہو گیا ہے اور دستِ غیبی نے اسکو ہر ایک بشریت کے لوث سے مصفّی اور مطہر کر دیا ہے اور جو اعمال دوسروں کے لئے بوجھ ہیں وہ اس کے حق میں سرور اور لذت ہو گئے ہیں اور وہ تکلفات، حفظِ اوقات اور دوامِ مراقبہ و مشغولی سے برتر و اعلیٰ ہے بلکہ رجالٌ لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله میں داخل ہے اور اس کا سونا اور اس کا کھانا اور اس کا ہنسنا اور کھیلنا اور دنیا کے کاموں کو بجا لانا سب عبادت ہے کیونکہ وہ منقطع اور منفرد ہے اور عنایاتِ الٰہیہ نے اس کو اس کے نفس کے پنجہ سے چھین لیا ہے اور اس کی سرشت کو بدلا دیا ہے۔ اب اس کا غیر پر قیاس کرنا اور غیر کا اس پر قیاس کرنا ناجائز ہے۔ صوفی بھی اس کو نہیں پہچان سکتا کیونکہ وہ بہت ہی دور نکل گیا ہے اور وہ صاحبِ مقام ہے اور خدا نے اس کو اپنی ذات سے تعلق بخشا ہے اور وہ ہر ایک وقت اور حال سے فارغ ہے۔ کیونکہ بجائے اس کے عنایتِ الٰہیہ کام کر رہی ہے اور وہ مست اور مدہوش کی طرح پڑا ہے اور تمام آلام اس کے حق میں بصورتِ انعام ہو گئے ہیں۔ صوفی میں اجر کی خواہش ہے اس میں اجر کی خواہش نہیں۔ صوفی معمور الاوقات ہے اور وہ فانی الذات ہے پھر معموری کیا اور وقت کیا۔

ع صیقل زدم آں قدر کہ آئینہ نماند"

(مکتوبات احمدیہ جلد اول مکتوب ۲۸)

تصوف کے مقاصد اور صوفیاء

تصوف کے ابتدائی رجحان کے وقت اس کے اصلی مقاصد بقول علامہ ابن خلدون حسب ذیل تھے لکھتے ہیں:-

"تصوف کے مقاصد اصلیہ یہ ہیں کہ انسان عبادتِ الٰہی میں جان کھپا دے، پوری طرح اللہ کا ہو لے اور دنیا اور دنیا کی لغویات و خرافات سے بالکل منہ موڑ لے اور عام دنیا دار جن چیزوں پر مٹے پڑتے ہیں یعنی لذاتِ دنیویہ اور مال و جاہ۔ وہ ان سے قطعی کنارہ کش ہو جائے۔ عبادت کے لئے عزلت نشینی و گوشہ نشینی کو پسند کرے" (مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ مطبوعہ کراچی ص۴۰۶)

تصوف کے ان مقاصد کی ضرورت اس وقت زیادہ محسوس ہوئی جب اسلام کی حقیقی روح میں ضعف سرایت کرنے لگا۔ تصوف کے مقاصد کوئی نئی چیز نہ تھی بلکہ اسلامی روح کا لب لباب تھا شروع شروع

میں تابعین کے دور کے بعد نحو و صرف کے مشہور مکاتب کی طرح تصوّف کے بھی دو مدرسہ ہائے فکر تھے (۱) مدرسۂ کوفہ۔ یہ بالعموم شیعہ شیوخ کی سربراہی میں جاری تھا مرجیہ عقائد کے عناصر بھی اس میں شامل تھے۔ اس کے شیوخ میں الربیع بن خثیم، جابر بن حیان، کلیب الصیداوی، منصور بن عمار اور ابوالعتاہیہ خاص طور پر مشہور ہیں (۲) مدرسۂ بصرہ۔ یہ اہل سنت کے اصول پر چل رہا تھا تصوف کے علاوہ اس میں شعر کی تحقیق اور احادیث کے نقد و تمحیص پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ اس مدرسہ کے اہم شیوخ میں حسن بصری، مالک بن دینار، فضل الرقاشی، رباح ابن عمرو وغیرہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

انفرادی طور پر دیگر ممالک میں بھی بعض بزرگ صوفی گزرے ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم اور شفیق البلخی انہی میں سے ہیں۔

دوسری صدی ہجری کے آخر میں ان زہاد اور نساک کو صوفی کے نام سے پکارا جانے لگا اور اس گروہ کی گونہ تنظیم نظر آنے لگی۔ اس وقت تک تصوف پر محبتِ الٰہی کی کیفیت غالب تھی کیونکہ ظاہر ہے کہ بدوں عشق و محبت انسان حقیقی قربانی نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
نقد پا لیتے ہیں وہ اور دوسرے امید وار

تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے تصوف میں بھی یہ جذبۂ عشق و محبت جاری رہا۔ حضرت معروف کرخیؒ کے اقوال اس پر شاہد ہیں۔ علاوہ ازیں ان دنوں بغدادی خانقاہوں میں دو لفظ خاص اہمیت کے حامل تھے (۱) طمانینت یعنی معرفت (۲) محبت۔ حضرت جنیدؒ بغدادی بھی حُبّ الٰہی پر خاص زور دیتے رہے۔ حضرت ذوالنون مصری نے اس لفظ کو بکثرت استعمال کیا۔ یہاں تک کہ منصور حلاج کا دور آیا انہوں نے "محبت" کے لفظ سے ہٹ کر اتحاد و حلول، آثارِ باقیہ اور نفحاتِ صادقہ کی اصطلاحوں پر زور دیا۔ تاہم صوفیاء کے گروہ عام پر غلبہ محبت الٰہی کا ہی رہا۔ اس دور کے اہم صوفیاء کا مختصر تذکرہ یوں ہے :-

(۱) حضرت ابوالحسن سری سقطی المتوفی ۲۵۳ھ جنہوں نے بغداد میں سب سے پہلے حقائق اور توحید پر لب کشائی کی (۲) حضرت ابو حمزہ محمد بن ابراہیم المتوفی ۲۶۹ ہجری (۳) حضرت معروف کرخی المتوفی ۲۰۱ ہجری۔ انہوں نے سب سے پہلے تصوف کی ماہیت و نوعیت کو نہایت جامع اور مختصر الفاظ میں بیان کیا۔ (۴) حضرت ابوعبداللہ المحاسبی المتوفی ۲۴۳ ہجری۔ رسالہ قشیریہ میں انہیں تصوف کے پانچ ستونوں میں سے ایک اہم ستون قرار دیا گیا ہے (۵) حضرت ذوالنون المصری المتوفی ۲۴۵ ہجری اپنے دور کے نہایت اعلیٰ بزرگ تھے۔

تصوّف کے مشہور طریقے

تیسری صدی کے آخری حصہ میں تصوف میں فنا نفس، اتحاد ذات اور استغراق ذاتِ الٰہی کا فلسفہ

ترقی کرنے لگا جہاں تک کہ شریعت سے ٹکرانے لگا اسی دَور کے بعض صوفیاء نے کہا ہے۔ لا الٰہ الّا انا فاعبدنی سبحانی ما اعظم شانی۔ اس مسلک میں ابویزید بسطامی المتوفی ۲۶۱ ہجری بہت آگے بڑھ گئے تھے۔ اس کے بالمقابل حضرت جنید بغدادی نے مسلک سکر و فنا سے ہٹ کر مسلک صحو (ہوشیاری) کو پیش کیا۔ ان کی وفات ۲۹۷ ہجری میں ہوئی ہے۔ چوتھی صدی میں مدارس کوفہ، بصرہ اور بغداد کے اثرات وسیع سے وسیع تر ہو گئے اور صوفیا کے طریقے قبولِ عام کا مقام حاصل کرنے لگے۔ اس دَور کے مشہور طرق یہ ہیں:۔

(۱) طریقۂ سقطیہ۔ اس کی نسبت حضرت سری سقطی کی طرف تھی۔

(۲) طریقۂ طیفوریہ۔ اس کی نسبت ابویزید طیفور بسطامی کی طرف تھی۔

(۳) طریقۂ جنیدیہ۔ اس کی نسبت حضرت جنیدؒ بغدادی کی طرف تھی۔

(۴) طریقۂ خرازیہ۔ اس کی نسبت حضرت ابوسعید الخراز کی طرف تھی۔

(۵) طریقۂ نوریہ۔ اس کی نسبت حضرت ابوالحسین النوری کی طرف تھی۔

(۶) طریقۂ ملامتیہ یا قصاریہ۔ اس کی نسبت حضرت حمدون القصار کی طرف تھی۔

یہ طریق اسلامی ممالک میں پھیل گئے۔ صوفیاء باطن سے بحث کرتے اور اس پر زور دیتے تھے علماء و فقہاء ظاہر پر زور دیتے تھے۔ دونوں گروہوں میں شدید کشمکش شروع ہو گئی اور جہاں پر علماء کا زور چل سکا انہوں نے صوفیاء اور اہلِ باطن پر فتوے لگائے، کافر و زندیق قرار دیا اور سلاطین و حکام سے ان کو سزائیں دلوائیں۔

پانچویں صدی ہجری میں تصوف کا ایک نیا رُخ نمودار ہوا۔ وہ نئے منہاج سے ظاہر ہوا جسے معرفتِ الٰہی اور تحقیقِ سعادت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس دَور میں صوفیاء کو فقہاء کے علاوہ متکلمین سے بھی نبرد آزما ہونا پڑا۔ حضرت ابوحامد الغزالی (۴۵۰-۵۰۵ ہجری) اس دَور کی اہم ترین شخصیت تھے۔ سب لوگ آپ سے متاثر تھے۔ آپ نے تمام علوم فلسفہ و کلام وغیرہ میں بھی مہارت حاصل کی، آخر تصوف پر آکر جم گئے۔

اس زمانہ میں صوفیاء کی تلقین بالعموم تقلید سے آزادی اور مکلفاتِ شرعیہ سے احتراز کا مجموعہ تھی۔ یہ لوگ شیعوں بالخصوص باطنیہ اسمٰعیلیہ کے عقائد و خیالات سے متاثر ہو رہے تھے۔ اس دَور میں حضرت امام غزالیؒ ظاہر ہوئے۔ آپ نے لوگوں کو دینِ صحیح اور حقیقی تصوف کی طرف رجوع کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ دین کا دامن پکڑ کر تصوف سے ربط حاصل کر کے کتاب و سنت کی اقتداء سے انسان قلب و روح کا تزکیہ کرتا اور معرفتِ الٰہی کو حاصل کر سکتا ہے۔ اس طرح امام غزالیؒ نے اپنی زبردست قوتِ استدلال سے تصوف کے طریق عبادت و خلوت اور تقرب الی اللہ کے اصول و ضابطہ کو فروغ دیا۔ آپ نے

اپنی مشہور کتاب احیاء علوم الدین میں معرفت کی حقیقت اس طرح بیان فرمائی ہے :-

"تمام موجودات میں ربوبیت محیط کا حضور اس لئے ہے کہ ہر وجود میں اللہ تعالیٰ خود ہی جلوہ فگن ہوتا ہے اور یہ کون جو کچھ بھی ہے وہ تمام تر خدائے بزرگ و برتر کے افعال کا ظہور ہے۔ قلب کے اوپر جو تجلّی منکشف ہوتی ہے وہ ذاتِ حق سبحانہٗ کی حقیقی معرفت ہے۔"

حضرت امام غزالیؒ نے ایمان و یقین کے تین مراتب بیان کئے ہیں :-

اوّل ایمان عوام کا۔ مجرد تجربہ پر مبنی ہوتا ہے۔
دوم ایمان علماء کا۔ بطریق استنباط مانتے ہیں۔
سوم ایمان عارفین کا۔ اس کی بنیاد مشاہدۂ حق پر ہوتی ہے۔ ذاتِ خداوندی کی معرفت سے تمام حجاب اُٹھ جاتے ہیں۔

امام غزالیؒ نے اپنے تصوّف کی بنیاد قرآن مجید اور سنتِ نبویہ پر رکھی ہے مگر بعض علماء ظواہر کی طرف سے ان پر بھی زندیق ہونے کا فتویٰ لگا دیا گیا۔

چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں عام صوفیاء کا خیال یہ تھا کہ حق کا حجاب کوئی چیز نہیں۔ ان کے طریق ریاضت اور مجاہدہ کی بنیاد قوائے جسم کی ہلاکت تھی اور ذکر و عبادت سے رُوح عاقل کا تغذیہ۔ ان کے نزدیک اہلِ مجاہدات قبل از وقت جان لیتے تھے کہ پردۂ غیب سے کیا ہونے والا ہے۔

اس زمانہ کے صوفیاء مذاہبِ اسماعیلیہ سے زیادہ متاثر نظر آتے ہیں۔ انہی کی اصطلاحات کے مشابہ اصطلاحات ان میں رائج ہوئیں۔ امام اور نقیب کی جگہ قطب اور ابدال کی اصطلاحیں زیادہ مستعمل ہونے لگیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دَور (۴۷۰-۵۶۱ ہجری) کے عظیم صوفیاء میں سے تھے بلکہ اس دَور میں آپ شریعت کے احیاء کے لحاظ سے سب سے نمایاں تھے اسی لئے آپ کو عبدالقادر محیّ الدّین کہا جاتا ہے۔ آپ نے بکثرت تصانیف چھوڑی ہیں جن میں سے غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب الفتح الربانی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ فتوح الغیب مسائلِ تصوّف میں بہت جامع کتاب ہے۔ صوفی کے درجات و مراتب پر گفتگو کرتے ہوئے اس میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

" فتکون کبریتًا احمر فلا تکاد تُری، وعزیزًا فلا تماثَل، وفریدًا فلا تشارَك، ووحیدًا فلا تجانَس، فرد الفرد، وتر الوتر، غیب الغیب، سرّ السرّ، فحینئذٍ تکون وارث کلّ رسول ونبیّ وصدّیق بك تُختَم الولایۃ والیك تصدر الابدال الخ"

(المقالۃ الرابعۃ ص)

کہ ان درجات کو حاصل کرنے پر تو کبریت احمر کے حکم میں ہوگا جو نایاب ہے تو لوگوں کو نظر نہ آئے گا ۔ تُو بے مثال غالب ہوگا ۔ تُو یگانہ و منفرد ہوگا کوئی تیری مانند نہ ہوگا، تُو فردِ واحد ہوگا اکیلا و تنہا ہوگا، رازوں کا راز ہوگا، تُو اس وقت ہر رسول نبی اور صدیق کا وارث بن جائیگا ۔ تجھ پر ولایت ختم ہوگی اور تمام ابدال تجھ سے حصہ پائیں گے الخ"

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے فرزند کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا :-

علیک بتقوی اللّٰہ وطاعتہ فلا تخف أحداً ولا ترج و وکّل الحوائج الی اللّٰہ واطلبہا منہ ولا تثق بأحد سوی اللّٰہ خذ التوحید، التوحید، التوحید اجماع الکلّ ۔

کہ تم ہمیشہ تقویٰ اور اللہ کی اطاعت کو اختیار کرو ۔ نہ کسی سے خوف کھاؤ اور نہ کسی سے امید وابستہ کرو ۔ اپنی سب ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو اور اسی سے مانگو ۔ اللہ کے سوا اور کسی پر توکّل اور بھروسہ نہ کرو ۔ توحید اختیار کرو، توحید اختیار کرو، توحید اختیار کرو یہی سب امور کی جامع ہے "

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی حضرت امام جیلانیؒ کے شاگردوں میں تھے ۔ اس دور کی اہم شخصیات میں حضرت شہاب الدین سہروردی کا نام بھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے ۔ آپ ۵۴۹ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۵۸۷ ہجری میں شہید کر دیئے گئے ۔

آپ نے اپنی تصنیفات میں تشریح و وضاحت کی بجائے رمز و اشارہ پر اکتفا کیا ہے اور ایسی وجدانی زبان استعمال کی ہے جس میں آپ کی تعلیم کے معانی پوشیدہ تھے ۔ آپ کی کتاب حکمۃ الاشراق نے خاص طور پر مسلمانوں کی تاریخ فکر و روح پر گہرا اثر ڈالا ہے ۔

دوسری اہم شخصیت محی الدین ابن عربیؒ کی ہے جو ۵۶۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۳۸ ہجری میں وفات پائی ۔ آپ نے ڈیڑھ دو سو کتب تصنیف کی ہیں جن میں سے فصوص الحکم تصوّف کے بارے میں ہے جو اس فن میں ایک اہم کتاب ہے ابن عربیؒ کا مسلک و مذہب مسئلہ وحدت الوجود کے گرد چکر لگا رہا تھا جسے فقہاء نے اسلامی تعلیمات کے منافی گردانا اور فتوے صادر کئے ۔ اگرچہ ابن عربیؒ نے بڑا اثر و رسوخ پیدا کیا اور ان کے مخالفین کی نسبت بوقتِ وفات ان کے ماتم گسار زیادہ تھے تاہم ان کے مخالفین میں بھی اہم شخصیات ہوئی ہیں جیسے امام ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ ہجری، ابن خلدون متوفی ۸۰۸ ہجری،

علّامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ہجری، ابراہیم البقاعی متوفی ۸۸۵ ہجری وغیرہم ——— دوسری طرف ابن عربیؒ کی حمایت میں علّامہ جلال الدین سیوطی، فخر الدین رازی، صلاح الدین الصفدی، قطب الدین الحموی وغیرہم ہوئے۔

اس دور میں عمر بن الفارض ایک معروف صوفی شاعر ہوئے ہیں جو ۵۷۶ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۳۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ انہوں نے ۱۵ سال حجاز میں گزارے۔

اندلس میں عبدالحق بن سبعین اندلسی ہوئے جن کا پورا نام قطب الدین ہے۔ ان کا زمانہ ۶۱۳ تا ۶۶۷ ہجری کا ہے۔

بعد کی صدیوں میں تصوّف کی حالت

ساتویں صدی ہجری کے بعد کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا نہ ہی جدید نظریات کی کتب سامنے آئیں بلکہ پہلی ہی کتب کی شروح و ملخصات تیار ہوتی رہیں۔

آٹھویں صدی میں عبدالرزاق قاشانی متوفی ۷۳۹ ہجری کثیر التصانیف ہوئے مگر انہوں نے کوئی جدید چیز پیش نہیں کی۔

نویں صدی کے شروع میں عبدالکریم الجیلی مصنّف الانسان الکامل معروف ہوئے۔

دسویں صدی ہجری میں عبدالوہاب شعرانی زیادہ ممتاز ہوئے۔ ان کی وفات ۹۷۳ ہجری میں ہوئی۔ ان کی کتاب الکبریت الاحمر خصوصاً مشہور ہوئی۔ ابن عربیؒ کے متبعین میں سے تھے۔

گیارھویں اور بارھویں صدی ہجری میں عبدالغنی النابلسی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی وفات ۱۱۴۳ ہجری میں ہوئی۔ یہ بھی ابن عربیؒ کے شیدائیوں میں سے تھے۔

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ ۹۷۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ مدّتِ مدید تک مجاہدات کرتے رہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ سے بیعت کی۔ آپ سلسلۂ نقشبندیہ کی شاخ مجدّدیہ کے بانی تھے آخر ۱۰۳۴ ہجری میں وفات پائی۔ افغانستان کے رہنے والے تھے۔

سرزمینِ ہند میں صوفیائے عظام

ہندوستان کی زمین روزِ اوّل سے ہبطِ انوار ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا نزولِ اجلال اسی سرزمین میں ہوا تھا۔ اسلام کے ابتدا سے یہاں پر صلحاء و ابرار پیدا ہوتے رہے۔ ملک ہند کے ہر حصے میں بزرگوں کے آثار موجود ہیں۔ انبیاء و اولیاء کے مزارات بکثرت موجود ہیں۔ حضرت معین الدین چشتیؒ، حضرت نظام الدین اولیاءؒ، حضرت علی الہجویریؒ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت سید احمد بریلویؒ وغیرہم کی برکات ہر خطّے میں ذائع و شائع ہیں۔ ان سب بزرگوں نے حقیقتِ تصوّف کو قائم کیا اور اسلام کی اشاعت کے لئے روحانی ذرائع سے کام لیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور ہندوستان

میں اسلام کا مضبوط نظام قائم ہو گیا۔ قریباً ہر طریقۂ تصوف کے پیرو اس ملک میں موجود ہیں۔

تصوّف کا دَورِ انحطاط

پُورے عروج پر پہنچنے اور ایک عرصہ تک اسی حال میں رہنے کے بعد تصوف میں زوال شروع ہوا۔ تصوف ابتداءً قرآن وسنّت سے ماخوذ اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متاثر تھا مگر آہستہ آہستہ دوسری قوموں کے اختلاط سے ان کے عقائد و مذاہب کا امتزاج ہوا اور اس میں نئے نئے خیالات نے جگہ لے لی۔ آخر ذہنی زوال شروع ہوا اور ذہنی باتیں ختم ہو کر شرح و تفسیر یا تلخیص پر کام رُک گیا اور بعد میں روحانی تصوّف ایک جامد اور زنگ خوردہ حیثیت اختیار کر گیا۔ اس سلسلہ میں کسی نے خوب نقشہ کھینچا ہے۔

"تصوّف عالی تھا لیکن اپنے دَورِ انحطاط میں بُرا حالی بن گیا۔ وہ جذب تھا لیکن اب اس نے اکتساب کی صورت اختیار کر لی۔ وہ استتار تھا مگر اب وہ اشتہار نظر آنے لگا۔ وہ ذات کا دوسرا نام تھا لیکن اب وہ خود سری اور بے عملی بن گیا۔ پہلے وہ صدور کی حرارت تھا اب غرور کا مرکز بن گیا۔ پہلے وہ تقشّف تھا اب تکلّف کا جامہ اس نے پہن لیا۔ پہلے وہ تخلّق تھا اب تملّق بن گیا۔ پہلے وہ قناعت تھا اب اس نے مجاعت کا رُوپ بھر لیا۔"

تیرھویں صدی ہجری کی کیفیت

تیرھویں صدی ہجری مسلمانوں کے روحانی اور جسمانی زوال کی صدی تھی۔ ہر ملک اور ہر علاقے میں روحانیت کے چشمے خشک ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔ حقیقی صوفیا ءنا پید ہو چکے تھے۔ ربانی علماء ٹمٹماتے چراغوں کی طرح گُل ہو رہے تھے۔ اختلافات اور فرقہ بندی نے مسلمانوں کی ہستی کو جڑوں سے ہلا دیا تھا۔ حکومتیں زوال پذیر تھیں اور علماء باہم دست بگریباں ہو رہے تھے۔ کفر کی طاغوتی طاقتیں چاروں طرف دینِ حنیف پر یورش کر رہی تھیں۔ مسلمان سہمے ہوئے تھے۔ احساس درد رکھنے والے اسلام کا ماتم کرتے ہوئے مرثیہ خواں ہو رہے تھے۔ اُمت کی نا و منجدھار میں ہچکولے کھا رہی تھی اور کفر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا تھا۔ گویا یوں نظر آتا تھا کہ تاریکی پُورے عروج پر ہے اور مسلمانوں کا وجود چند روز کا مہمان ہے۔ ارتداد کی لہریں انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیں گی۔ پُورا مایوسی کا عالم تھا۔

مسیح موعود کا ظہور

ناگہاں اس ظلمتکدہ کو بقعۂ نور بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو امام مہدی و مسیح موعود

اور خاتم الاولیاء بنا کر مبعوث فرما دیا۔ قادیان کی گمنام بستی سے اسلام کا چاند طلوع فرما ہوا۔ دشمنانِ اسلام کو للکارا گیا۔ ان کے اعتراضات اور حملوں کو پاش پاش کر دیا گیا۔ اسلام کی عظمت کے لئے معقولی دلائل کے انبار لگ گئے اور آسمانی نشانوں سے اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر قطعی مُہر لگ گئی سرورِ کونین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ رسول ہونا ایک حقیقتِ ثابتہ کے طور پر پیش کیا گیا، قرآن مجید کا زندہ اور جامع کتاب ہونا ایک ناقابلِ تردید صداقت بن گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام روحانیت کے علمبردار تھے سیف و سنان سے دفاعی طور پر بھی آپ کو واسطہ نہ پڑا۔ آپ نے قرآنی حقائق کو دلائل و براہین کی روشنی میں آفتاب کی طرح واضح فرما دیا۔ ایک زندہ ایمان، ایک گداز سوزِ یقین دلوں میں پیدا کر دیا۔ احمدی مسلمان صحابہ کے رنگ میں رنگین ہو گئے اور الہام یحی الدّین ویقیم الشریعۃ (تذکرہ) کا نظارہ ہر جگہ نظر آنے لگا۔

اب گویا اسلام بھی زندہ ہو گیا حقیقی تصوف بھی زندہ ہو گیا۔ خاتم الاولیاء کے ذریعہ ولایت کی راہیں کھل گئیں اور اعلان ہو گیا لا ولیّ بعدی الّا الّذی ھو منّی وعلٰی عھدی کہ لوگو! اگر تم خدا کے ولی بننا چاہتے ہو تو آؤ میرے طریق پر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو میرے رنگ میں شریعتِ اسلامیہ کو اپناؤ تب خدا کے ولی قرار پاؤ گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علماء اور فقراء کی خرابیوں کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا :-

"ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن شریف کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب سلوک کے واسطے کافی ہے جو باتیں اب ان لوگوں نے نکالی ہیں یہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ میں ہرگز نہ تھیں۔ یہ صرف ان لوگوں کا اختراع ہے اور اس سے بچنا چاہیئے ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ کونوا مع الصّٰدقین صادق کی صحبت میں رہو تو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت سے امور میں مشکلات آسان ہو جاتے ہیں شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ بڑے خدا رسیدہ اور بڑے قبولیت والے انسان تھے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جس نے خدا کا راہ دیکھنا ہو وہ قرآن شریف کو پڑھے۔ اب اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ طریق پر کچھ بڑھائیں اور نئی باتیں ایجاد کریں یا اس کے برخلاف چلیں تو یہ کفر ہوگا۔ اس زمانہ میں جیسا کہ علماء کے درمیان بہت سے فرقے بن گئے ہیں ایسا ہی فقراء کے درمیان بھی بہت سے فرقے بن گئے ہیں اور سب اپنی اپنی باتیں

نئے طرز کی نکالتے ہیں۔ تمام زمانہ کا یہ حال ہو رہا ہے کہ ہر جگہ اصلاح کی ضرورت ہے۔" (اخبار بدر نمبر ۴۶ جلد ۲ ۱۵؍ نومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۵)

خاتمۂ کلام

میں چاہتا ہوں کہ اپنے اس مقالہ کو حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے شمار روح پرور اشعار میں سے چند اشعار درج کر کے ختم کر دوں حقیقت یہ ہے کہ ان اشعار میں تصوف کا پورا خلاصہ اور لب لباب آجاتا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں ؎

جاودانی زندگی ہے موت کے اندر نہاں
گلشنِ دلبر کی رہ ہے وادیٔ غربت کے خار

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

فقر کی منزل کا ہے اوّل قدم نفیٔ وجود
پس کرو اس نفس کو زیر و زبر از بہرِ یار

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

واہ رے باغِ محبت موت جس کی رہ گزر
وصلِ یار اس کا ثمر پر ارد گرد اسکے ہیں خار

تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے
ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ۔

عمر بڑھانے کا بہترین نسخہ

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

"سب آدمی اپنے کام اور غرض سے جس کے لئے وہ آئے ہیں واقف نہیں ہوتے۔ بعض کا اتنا ہی کام ہوتا ہے کہ چوپایوں کی طرح کھا پی لینا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اتنا گوشت کھانا ہے، اس قدر کپڑا پہننا ہے وغیرہ۔ اور کسی بات کی ان کو پرواہ اور فکر ہی نہیں ہوتی۔ ایسے آدمی جب پکڑے جاتے ہیں تو پھر یک دفعہ ہی ان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ لیکن جو لوگ خدمتِ دین میں مصروف ہوں ان کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے اس وقت تک کہ جب تک کہ وہ اس کام اور خدمت کو پورا نہ کر لیں۔

انسان اگر چاہے کہ اپنی عمر بڑھائے اور لمبی عمر پائے تو اس کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے خالص دین کے واسطے اپنی عمر کو وقف کرے۔ یہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ سے دھوکا نہیں چلتا۔ جو اللہ تعالیٰ کو دغا دیتا ہے وہ یاد رکھے کہ اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے وہ اس کی پاداش میں ہلاک ہو جاوے گا۔ پس عمر بڑھانے کا اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے کہ انسان خلوص اور وفاداری کے ساتھ اعلائے کلمۃ الاسلام میں مصروف ہو جاوے اور خدمتِ دین میں لگ جاوے۔ اور آجکل یہ نسخہ بہت ہی کارگر ہے کیونکہ دین کو آج ایسے مخلص خادموں کی ضرورت ہے اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر عمر کا کوئی ذمہ نہیں ہے۔ یونہی چلی جاتی ہے۔" (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۲۲۹-۲۳۰)

رحمتوں کے دن[1]

(محترم جناب ثاقب زیروی)

نظر نظر میں لئے جان و دل کے نذرانے
طوافِ شمع کو پھر آگئے ہیں پروانے

جبیں پہ گردِ رہِ عشق، دل میں نور و سرور
ہیں آسمانِ عقیدت پہ آج دیوانے

جہانِ درد — لرزتی ہوئی صداؤں میں
محبتوں کے خزانے — دلوں کے کاشانے

مصافحوں میں لپک اور معانقوں میں خلوص
عطا کیا ہے عجب سوز انہیں مسیحا نے

وہ لوگ آئے ہیں آنکھوں میں شمعِ شوق لئے
جنہیں نہ پوچھا کبھی کم نگاہ دُنیا نے

زمینِ ربوہ کو سجدوں سے ناپنے کے لئے
مچل رہے ہیں جبینوں میں پاک نذرانے

کس اہتمام سے "اِک شمعِ انجمن" کے لئے
وفا کے نور میں ڈوبے ہوئے ہیں پروانے

یہ تین دن بھی عجب رحمتوں کے دن ہوں گے
کھلیں گے دیدہ و دل میں گلوں کے پیمانے

شرابِ نور سے دھو لو دل و نظر ثاقب
نصیب ہوں کہ نہ ہوں پھر یہ دن خدا جانے

[1] ایامِ جلسہ سالانہ

طوفانِ نور

ہر شے کی زباں پر تری تحمید و ثنا ہے
ہر بات سے ظاہر ہے کہ تُو سب کا خدا ہے

بھٹکی ہوئی رُوحوں کی نظر محوِ تجسّس
ہر قافلۂ شوق تری رہ میں کھڑا ہے

ہر شام سے ملتا ہے پتہ نُورِ سحر کا
ہر صبح درخشاں ترے چہرے کی ضیا ہے

ہر غم میں جھلکتا ہے ترا جوشِ محبت
ہر ایک مسرّت تری رحمت کی قبا ہے

ہر سینۂ ظلمت میں کئی چاند ہیں پنہاں
ہر چاند میں اِک نور کا طوفان بپا ہے

ہر برگِ گُلِ تر میں تقاضا ہے بقا کا
ہر قطرۂ شبنم ہے کہ مائل بہ فنا ہے

تثلیث کو یہ فکر ہے کہ "فہم سے بالا"
توحید کو یہ فخر کہ فطرت کی صدا ہے

تُو میری رگِ جاں سے بھی نزدیک ہے لیکن
گاہے مجھے دُوری کا بھی احساس ہُوا ہے

ہر بات کو ملتی ہے جِلا تیری نظر سے
یہ ذوقِ سخن تیری ہی اِک خاص عطا ہے

ہر چیز تری راہ میں قربان ہے مولا
جو کچھ بھی مرے پاس ہے تجھ سے ہی ملا ہے

محترم جناب نسیم سیفی

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ مرحوم

(از قلم جناب بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد لندن)

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے سرٹیفکیٹ

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید مرحوم رضی اللہ عنہ سلسلہ احمدیہ کے وہ درخشندہ جوہر ہیں جن کے متعلق خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ :-

"اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تُو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

پھر حضور علیہ السلام اسی کتاب میں "ایک شدید کرامت مولوی عبداللطیفؓ صاحب مرحوم کی" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں :-

"جب میں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا تو میرا ارادہ تھا کہ قبل اس کے جو ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو بمقام گورداسپور ایک مقدمہ پر جاؤں جو ایک مخالف کی طرف سے فوجداری میں میرے پر دائر ہے یہ رسالہ تالیف کروں اور اس کو ساتھ لے جاؤں تو ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے درد گردہ سخت پیدا ہوا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کام ناتمام رہ گیا۔ صرف دو چار دن ہیں۔ اگر میں اسی طرح درد گردہ میں مبتلا رہا جو ایک مہلک بیماری ہے تو یہ تالیف نہ ہو سکے گی۔ تب خدا تعالیٰ نے مجھے دعا کی طرف توجہ دلائی۔ میں نے رات کے وقت جبکہ تین گھنٹے کے قریب بارہ بجے کے بعد رات گزر چکی تھی اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ اب میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو۔ سو میں نے اسی دردناک حالت میں صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کے تصور سے دعا کی کہ یا الٰہی اس مرحوم کے لئے میں اس کو لکھنا چاہتا تھا تو ساتھ ہی مجھے غنودگی ہوئی اور الہام ہوا۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ یعنی سلامتی اور عافیت ہے یہ خدائے رحیم کا کلام ہے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی صبح کے چھ نہیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا اور اسی روز نصف کے قریب کتاب

کو لکھوایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔"

اس سے بڑھ کر حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی شان کیا ہو سکتی ہے کہ خود حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے ان کی سوانح اور واقعہ شہادت کو اپنی کتاب "تذکرۃ الشہادتین" میں قلمبند کرکے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے مبارک وجود کو زندۂ جاوید بنا دیا اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے ان کی قربانی کو معیارِ اخلاص قرار دے دیا۔

حضور علیہ السلام حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے اخلاص، محبت اور فنا فی اللہ و فنا فی الرسول کی حالت کے متعلق فرماتے ہیں :-

"اور جب مجھ سے اُن کی ملاقات ہوئی تو قسم اُس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔ اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت میں بھرا ہوا پایا۔ اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا۔ اس بزرگ مرحوم میں نہایت قابلِ رشک یہ صفت تھی کہ درحقیقت وہ دین کو دُنیا پر مقدم رکھتا تھا اور درحقیقت اُن راستبازوں میں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقویٰ اور اطاعت الٰہی کو انتہا تک پہنچاتے ہیں، اور خدا کے خوش کرنے کے لئے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان اور عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس و خاشاک کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ اس کی ایمانی قوت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہ ناقص نہ ہو۔ ..... میں کن الفاظ سے اس بزرگ مرحوم کی تعریف کروں جس نے اپنے مال اور آبرو اور جان کو میری پیروی میں یوں پھینک دیا کہ جس طرح کوئی ردّی چیز پھینک دی جاتی ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین)

اس سے بڑا سرٹیفکیٹ کیا ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نبی مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنے ایک مرید کو دیا ہے۔

زندگی کے ابتدائی حالات

حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحبؓ شہید مرحوم افغانستان کے صوبہ خوست کے ایک گاؤں سید گاہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی شہادت کے وقت جو ۱۹۰۳ء میں ہوئی آپ کی عمر ۶۰ سال کے قریب تھی۔ اس حساب سے آپ کا سنِ پیدائش ۱۸۴۳ء کے قریب بنتا ہے۔ آپ کا خاندان افغانستان

کے نہایت معزز خاندانوں میں شمار ہوتا تھا اور افغانستان کے بادشاہوں کے دربار میں نہایت قدر و منزلت رکھتا تھا۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی پرورش بہت ناز و نعم میں ہوئی۔ گھر میں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ علم و فضل اس خاندان کا طرۂ امتیاز تھا اور اسی لحاظ سے آپ نے بھی مروّجہ علوم میں دسترس حاصل کی اور تحصیلِ علم کے لئے ہندوستان کا بھی سفر اختیار کیا۔ جلد ہی آپ کے علم و فضل کا شہرہ امیر افغانستان عبدالرحمٰن کے کانوں تک پہنچا جس نے آپ کو دربار میں بُلا کر اعزاز عطا کئے اور اپنا مذہبی مشیر مقرر کیا۔ نیز ولی عہد حبیب اللہ خان کا استاد مقرر کیا۔

آپ کی شہرت کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ کے مریدوں اور شاگردوں کے حلقہ میں بھی اضافہ ہونے لگا یہاں تک کہ مسٹر ایف۔ اے۔ مارٹن (جو حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے زمانہ میں افغانستان میں چیف انجنیئر تھے) کے بیان کے مطابق آپ کے ارادتمندوں کی تعداد پچاس ہزار سے متجاوز ہو چکی تھی۔ آپؒ نے اپنے گاؤں میں شاگردوں کے مفت قیام و طعام کا بندوبست کر رکھا تھا اور فیضِ عام کا دریا جاری تھا۔

شاہی دستار بندی

امیر عبدالرحمٰن کی وفات پر امیر حبیب اللہ خان تخت نشین ہوا۔ اس موقع پر ایک زبردست دربار لگا جس میں دُور دُور سے لوگ آکر شامل ہوئے۔ حسبِ دستور افغانستان کے سب سے معزز اور صاحبِ اثر شخصیت نے بادشاہ کے سر پر پگڑی رکھ کر رسمِ تاجپوشی ادا کرنی تھی اس کے لئے بادشاہ کی نظر حضرت صاحبزادہ صاحبؒ پر ہی پڑی چنانچہ ۲ راکتوبر ۱۹۰۱ء کو آپ نے یہ رسم ادا کی۔

اس واقعہ سے آپ کی عظمت اور بادشاہ کی نظروں میں آپ کی وقعت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے بادشاہ کے استاد ہونے کے علاوہ اپنی علمیت، تقویٰ اور اسلام کی محبت سے بادشاہ اور درباریوں کے دل میں اپنا مقام پیدا کر لیا تھا۔

آپ کی سیاسی اہمیت اور انگریز سے واقفیت کا پہلا موقع

۱۸۹۳ء میں افغانستان اور ہندوستان کی برطانوی حکومت کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ دونوں ممالک کی سرحد کی تعیین کے لئے دونوں طرف سے نمائندگان پر مشتمل ایک کمیشن مقرر ہو۔ برطانوی حکومت کی طرف سے جو وفد تجویز ہوا اس کے سربراہ لارڈ مارٹیمر ڈیورنڈ مقرر ہوئے۔ افغانستان کی طرف سے جو وفد تجویز ہوا اس کے سربراہ تو بادشاہ کے چچا سردار شیریندل خان مقرر ہوئے لیکن ان کے خاص معاون کے طور پر حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی تقرری عمل میں لائی

گئی۔ اِس وفد کو بادشاہ نے بڑی دھوم دھام کے ساتھ کابل سے رخصت کیا۔ بادشاہ مع فوج کے شہر سے کافی دُور تک وفد کو الوداع کہنے آیا۔

وفد نے سرحدوں کی تعیین کے کام کا آغاز کُرم ایجنسی میں پاڑا چنار کے مقام سے کیا اور طریق یہ طے پایا کہ دن بھر تو سرحدوں کی تعیین کے سلسلہ میں وفد کام کرتا اور شام کو دونوں ممالک کے وفود ایک جگہ خیموں میں اکٹھے ہوتے اور ایک دوسرے کی دعوتیں کرتے اور تبادلۂ خیالات ہوتا رہتا۔

ایک دن اسی تبادلۂ خیالات کے دوران برطانوی وفد کے ایک کلرک پشاور کے سیّد چن بادشاہ صاحب نے جو احمدی تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو چونکہ الہامًا یہ بتایا گیا تھا کہ مسیح و مہدی کا وقت آچکا ہے اس لئے آپ کی توجہ فوراً اس طرف ہوئی اور مزید سوالات حضور علیہ السلام کے بارہ میں پوچھے۔ سیّد چن بادشاہ صاحب نے حضورؑ کی کتاب "آئینہ کمالاتِ اسلام" آپ کو پڑھنے کے لئے دی۔ خود آپؓ کا بیان ہے کہ میں نے رات کو کتاب پڑھنی شروع کی اور تمام رات نہ سو سکا۔ صبح تک کتاب کا اکثر حصہ ختم کیا اور اس کے پڑھنے سے ہی دل حضور علیہ السلام کے دعوئ مہدویت کو تسلیم کر چکا تھا۔ نیز فرماتے تھے کہ اس کے پڑھنے سے مزید تسکین اس لئے بھی ہوئی کہ اس زمانہ میں مجھے کثرت سے الہام ہونے شروع ہو گئے تھے کہ مسیح کی بعثت کا زمانہ شروع ہو چکا ہے۔ فرماتے تھے کہ یہ الہامات اتنی کثرت سے ہوئے کہ ایک وقت میں مجھے یہ ڈر پیدا ہوا کہ کہیں مجھے ہی تو مسیح کے مقام پر کھڑا نہیں کیا جا رہا۔ جس سے طبیعت میں اور زیادہ گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اسی کیفیت میں "آئینہ کمالاتِ اسلام" پڑھنے کو ملی جس سے یہ اطمینان ہوا کہ اِس اُمت کے مسیح حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام ہیں۔

کابل واپس جاکر آپ نے اپنے شاگردِ خاص حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ کو قادیان جانے کا ارشاد فرمایا اور انہیں تاکید کی کہ قادیان جاکر حضور علیہ السلام کے حالات اور روزانہ ڈائری آپ کو بھجوایا کریں۔ ان کا پورا خرچ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے ادا کیا۔ چنانچہ ان کے حکم کی تعمیل میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ ۱۹۰۰ء میں قادیان تشریف لائے اور حضور علیہ السلام کی دستی بیعت سے مشرف ہوئے، اور حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو حضور علیہ السلام کے حالات بھجوانے شروع کئے۔

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیان سے واپس جاتے ہوئے اپنے ساتھ کچھ اشتہارات جہاد کے التواء کے بارہ میں لے گئے تھے جو انہوں نے وہاں جاکر تقسیم کئے۔ بادشاہ اُن دنوں ہندوستان کی برطانوی حکومت کے خلاف برسرپیکار تھا علماء نے جب یہ اشتہار دیکھے تو فوراً بادشاہ کو پیش کرکے حضرت مولوی صاحبؓ کے قتل کا مطالبہ کیا اور ان کو کافر قرار دیا۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحبؓ کو

حبسِ دم کر کے شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کا سفرِ قادیان

حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے لئے اب زیادہ عرصہ تک فراق یار برداشت کرنا مشکل ہو گیا نیز حج کے دن بھی قریب تھے چنانچہ آپ نے حج بیت اللہ کا عزم فرمایا اور یہ بھی ارادہ کیا کہ حضور علیہ السلام کی زیارت سے بھی مشرف ہو جائیں گے چنانچہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے بادشاہ امیر حبیب اللہ خان سے حج پر جانے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے بخوشی اجازت دی اور ایک معقول رقم بطور نذرانہ پیش کی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب آخر اکتوبر ۱۹۰۲ء میں لاہور پہنچے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ہندوستان میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑنے کی وجہ سے حکومتِ ترکیہ نے ہندوستان سے حج کے لئے جانے والے زائرین پر پابندی لگا دی ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور قادیان تشریف لے جانے کا عزم کر لیا۔ آپ کے شاگرد مولوی عبدالجلیل صاحب اور سید عبدالستار شاہ صاحب بھی ہمرکاب تھے۔ بٹالہ سے پیدل ہی قادیان پہنچے۔ ظہر کی نماز کے لئے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے تو حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے وفورِ شوق سے بیتاب ہو کر حضورؑ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا اور شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ حضور علیہ السلام نے ان کے لئے مہمان خانہ میں ٹھہرنے کا خصوصی بندوبست فرمایا۔

قادیان میں قیام کے متفرق واقعات

قادیان میں آپؓ مع شاگردوں کے مہمان خانہ میں مقیم ہوئے۔ پانچوں وقت کی باجماعت نماز حضور علیہ السلام کی اقتداء میں ادا کرتے تھے اور حضور علیہ السلام کی مجلسوں میں حضورؑ کے قریب ہی تشریف فرما ہوتے تھے۔ روزانہ شام کی سیر میں بھی حضور علیہ السلام کی معیت کا شرف حاصل کرتے۔ محترم احمد نور صاحب کابلی کا بیان ہے کہ سیر کے بعد جب ہم واپس آتے تو حضرت صاحبزادہ صاحبؓ اس وقت تک اپنے کپڑوں سے گرد و غبار وغیرہ نہ جھاڑتے جب تک یہ یقین نہ کر لیتے کہ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی کپڑے جھاڑ لئے ہوں گے۔

قرآن مجید سے آپؓ کو عشق تھا چنانچہ حضرت قاضی محمد یوسفؓ کا بیان ہے کہ صبح کی نماز کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحبؓ مہمان خانہ کے کمرہ سے باہر بیٹھ کر بڑی اونچی آواز سے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اتنی اونچی آواز سے کہ دُور تک لوگ گھروں میں انکی تلاوت سُن سکتے تھے۔

قادیان کے زمانہ کا ایک واقعہ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ نے یہ سنایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اُن سے فرمایا کہ مجھے آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے اسلئے آپ میرے ساتھ مسجد مبارک چلیں۔ مسجد مبارک میں پہنچ کر حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنا کمبل دوہرا

بچھا کر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب کو اس پر بیٹھ جانے کا ارشاد فرمایا اور ان کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ مولوی صاحب مجھے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعینہٖ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل نظر آتے ہیں اور دونوں میں مجھے کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق کی چادر پوری طرح حضور علیہ السلام کو پہنائی گئی ہے۔

اس پر حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ ذیل شعر پڑھا جس کو سن کر حضرت صاحبزادہ صاحبؓ زار وقطار رونے لگے۔ شعر یہ ہے ؎

من فرق بینی و بین المصطفٰی

فما عرفنی وما رأی

حضرت شہید مرحوم کھانا بہت کم کھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں دوزخ کا شور سنتا ہوں اور لوگوں کی آہ و فغاں سے اتنا گھبرا جاتا ہوں کہ کھانے کی مقدار دن بدن کم ہوتی جاتی ہے۔

قادیان کا ہی ایک عجیب یہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے سیدنا مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے درخواست کی کہ ان کو بخاری کی چند حدیثیں پڑھائیں۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب! آپ خود عالم فاضل ہیں مجھ سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے اصرار کیا جس پر حضرت مولوی صاحبؓ نے چند احادیث ان کو پڑھا دیں۔ بعد میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے اپنے مریدوں کو بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ ان کے خلیفہ ہوں گے۔ اسلئے میں نے ان سے چند اسباق پڑھے تا مجھے ان کی شاگردی کا فخر حاصل ہو جائے۔

سفرِ جہلم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۵ر جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم کا سفر اختیار فرمایا۔ قافلہ جو حضور علیہ السلام کے ساتھ گیا اس میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ بھی شامل تھے۔ گویا آپؓ نے قادیان کے مختصر قیام کے دوران کوئی موقع بھی حضور علیہ السلام کی معیت کا ہاتھ سے نہ جانے دیا اور زیادہ سے زیادہ کسب فیض فرمایا۔ نمازوں، سیر اور پھر سفر جہلم غرضیکہ ہر موقع پر پروانہ اپنی شمع کے گرد گھومتا رہا۔

قادیان سے کابل کو واپسی

آخر جنوری ۱۹۰۳ء میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے حضور علیہ السلام سے واپسی کی اجازت چاہی حضور علیہ السلام نے چند دن کے بعد اجازت دیدی۔ روانگی کے دن حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی طبیعت پر فراقِ یار کی وجہ سے بہت اثر تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام وڈالہ کی نہر تک چھوڑنے آئے۔ وداع کا وقت خصوصاً بے حد رقت انگیز تھا حضرت صاحبزادہ

صاحبؓ شدتِ غم کی وجہ سے حضورؑ کے پاؤں پر گر پڑے اور دونوں ہاتھوں سے حضور علیہ السلام کے مبارک قدم پکڑ لئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اُٹھ جائیں اور پاؤں چھوڑ دیں لیکن حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو گویا معلوم ہو چکا تھا کہ یہ اُن کی آخری ملاقات ہے، اسلئے باوجود حضور علیہ السلام کے فرمانے کے پاؤں میں پڑے رہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ۔ یہ سننا تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضور علیہ السلام سے اُٹھ کر بغلگیر ہوئے حضور علیہ السلام کی طبیعت پر بھی آپ کی جدائی کا بے حد اثر تھا۔

حضور علیہ السلام سے رخصت ہو کر آپ لاہور پہنچے اور باوجود اس کے کہ آپ کے کئی ذی ثروت دوست لاہور میں مقیم تھے آپ نے اُن کے گھر ٹھہرنے کی نسبت ایک چھوٹی سی مسجد میں قیام پسند فرمایا۔

لاہور کا واقعہ ہے کہ ایک رئیس نے آپؓ کی دعوت کی اور کئی معززین بلائے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے سامنے جونہی کھانا رکھا گیا آپ اس کو دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور بغیر کھائے تشریف لے گئے۔ راستہ میں شاگردوں نے دریافت کیا کہ کھانا کیوں نہ کھایا تو فرمایا کہ مجھے کھانے کی بجائے نجاست نظر آتی رہی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس رئیس کا تمام کاروبار سُود کا تھا خدا تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو سُود کے جمع کردہ روپیہ سے تیار شدہ کھانے سے بچا لیا۔

لاہور میں آپؓ کا قیام مختصر رہا۔ اس مختصر قیام کے دوران بھی آپ نے مسجد گمٹی والی میں نماز جمعہ کے بعد لطیف وعظ کیا اور جہاں بھی موقع ملا تبلیغ بھی کرتے رہے۔

لاہور میں آپ کو بار بار الہام ہوتا رہا اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ۔ نیز متعدد مواقع پر یہ الہام بھی ہوتا رہا کہ سر بدہ، سر بدہ۔ یعنی خدا کے راستہ میں سر دیدو، سر دیدو۔ نیز بار بار فرماتے تھے کہ کابل کی سرزمین میرے خون کی پیاسی ہے۔

غرضیکہ لاہور سے آپؓ بذریعہ ریل کوہاٹ تشریف لے گئے۔ وہاں سے بنوں جا کر چند دن اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کی اور اس دوران میں اپنے شاگرد محمد حسین کو جو اُن دنوں افواج کابل کا کمانڈر انچیف تھا بذریعہ خط اپنی واپسی کی اطلاع دی۔ نیز اس خط میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کا تفصیلی ذکر فرمایا اور اسے لکھا کہ کسی مناسب وقت میں اُن کے خط کا ذکر امیر سے بھی کر دیں۔

بادشاہ کے چھوٹے بھائی نصر اللہ خان کو حضرت صاحبزادہ صاحبؓ سے رقابت چلی آتی تھی وہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی امیر حبیب اللہ خان سے دوستی کو اپنے عزائم کے لئے مضر سمجھتا تھا اسلئے وہ دل سے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کا دشمن تھا اور کسی موقع کی تلاش میں تھا کہ آپ کو ضرر پہنچا سکے۔ اس کو کسی طرح حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے خط کا علم ہوا۔ اُس نے ایک

آدمی کے ذریعہ یہ خط محمد حسین سے حاصل کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا اور بادشاہ کو حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے خلاف کارروائی کرنے پر اُبھارنا شروع کیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے دو تین خطوط محمد حسین کو لکھے۔ یہ تمام خطوط بادشاہ کو دکھائے گئے۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی گرفتاری

اِس دَوران میں حضرت صاحبزادہ صاحب بنوں سے سرحد پار کر کے اپنے گاؤں تشریف لے گئے اور بادشاہ کو اپنی واپسی کی باقاعدہ اطلاع کر دی۔ بادشاہ اب پوری طرح نصراللہ خان کے زیر اثر آ چکا تھا چنانچہ اُس نے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی گرفتاری کے احکام جاری کر دیئے۔

گرفتاری سے قبل ایک دن حضرت صاحبزادہ صاحبؓ مسجد میں تشریف لائے اور بار بار اپنی کلائیوں کو ملتے رہے۔ شاگردوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ آج عصر کی نماز کے بعد تمہیں اس کا جواب مل جائے گا۔ چنانچہ جب حضرت صاحبزادہ صاحبؓ عصر کی نماز کے لئے تشریف لائے تو بادشاہ کے سپاہیوں نے آپ کو گرفتار کر کے آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دیں۔ آپ نے شاگردوں کو دیکھ کر فرمایا کہ اب تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں کیوں کلائیوں کو ملتا تھا۔

گرفتاری سے قبل آپ نے ایک کاپی جس میں آپ الہام، رؤیا و کشوف تحریر فرمایا کرتے تھے گڑھا کھود کر گھر کے ایک حصّہ میں دفن کر دی۔

کیا معلوم کوئی دن ایسا بھی آ جائے کہ یہ کاپی خدا تعالیٰ وہاں سے نکلوا کر ہزاروں کے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث بنائے۔

بہرکیف آپ کو زیرِ حراست حالت میں کابل لے جا کر امیر کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

امیر نے آپ کو ارکِ شاہی میں ہی قید کر دیا تا آسانی سے آپ سے مل سکے۔ اور متعدد مواقع پر بار بار احمدیت سے انکار کرنے کی تلقین کی لیکن آپؓ نے ہر دفعہ یہ فرمایا کہ میں کیونکر اُس پُرنور چہرے اور ایمان کی حلاوت سے انکار کر دوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"بالخصوص جس حالت میں امیر کابل کی طرف سے بار بار ان کو پیغام پہنچتا تھا کہ اس قادیانی شخص کے تصدیقِ دعویٰ سے انکار کر دو تو تم ابھی عزت سے رہا کئے جاؤ گے۔ مگر اس قوی الایمان بزرگ نے اس بار بار کے وعدہ کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور بار بار یہی جواب دیا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدّم رکھ لوں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس کو میں نے خوب شناخت کر لیا اور ہر ایک طرح سے تسلی کر لی اپنی موت کے خوف سے اُس سے انکار کر دوں؟ یہ انکار مجھ سے نہیں ہو گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے

حق پالیا اسلئے چند روزہ زندگی کے لئے مجھ سے یہ بے ایمانی نہیں ہوگی کہ میں اس ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں۔ میں جان چھوڑنے کے لئے تیار ہوں اور فیصلہ کر چکا ہوں مگر حق میرے ساتھ جائے گا۔ اس بزرگ کے باربار کے یہ جواب ایسے تھے کہ سرزمین کابل کبھی ان کو فراموش نہیں کریگی اور کابل کے لوگوں نے اپنی تمام عمر میں یہ نمونہ ایمانداری اور استقامت کا کبھی نہ دیکھا ہوگا۔" (تذکرۃ الشہادتین)

قیدخانہ کے حالات

قید کے زمانہ میں آپ دن رات تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول رہتے تھے۔ جو سپاہی آپؓ کے پہرہ پر مقرر تھا اُس کا بیان ہے کہ رات کو بھی جب آپ تلاوتِ قرآن کریم فرماتے تھے تو کمرہ میں روشنی ہو جاتی تھی۔ یہ روشنی لالٹین وغیرہ کی نہ ہوتی تھی بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی طور پر اس کا انتظام کیا جاتا تھا۔

بادشاہ کے سامنے آپ نے یہ تجویز پیش کی کہ اُن کے اور علمائے کابل کے درمیان مباحثہ کروایا جائے تا بادشاہ پر حق کھل سکے۔ بادشاہ نے اس تجویز کو پسند کیا اور مباحثہ کے انتظامات کا حکم دے دیا۔

یہ مباحثہ کابل شہر کے مدرسہ سلطانیہ کے احاطہ میں تحریری طور پر ہوا۔ مباحثہ کے دن ہزاروں کی تعداد میں لوگ مدرسہ میں جمع ہو گئے۔ حضرت شہید مرحومؓ پابہ جولاں لائے گئے۔ آپ کے مقابلہ پر علماء کا ایک بڑا گروہ تھا۔ مباحثہ میں حصہ لینے والے علماء کے نام یہ تھے۔ شیخ عبدالرزاق خان اور قاضی عبدالرؤف قندھاری۔

اس مباحثہ کے صدر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زبردست معاند اور سلسلہ کے دشمن ڈاکٹر عبدالغنی قرار پائے۔ ڈاکٹر عبدالغنی اور مولوی نجف علی اور مولوی محمد چراغ تینوں بھائی جلال پور جٹاں (گجرات) کے رہنے والے تھے اور افغانستان حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ بادشاہ سے انکے دوستانہ مراسم تھے اور دربار میں بے حد رسوخ رکھتے تھے۔ انہوں نے جھوٹ بول بول کر بادشاہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف خوب بھڑکانے کی کوشش کی۔

غرض مباحثہ شروع ہوا۔ کئی گھنٹوں تک مسلسل پرچہ جات لکھے جاتے رہے۔ موضوعِ مباحثہ تین امور تھے:-

اوّل۔ حیات و وفاتِ مسیح علیہ السلام۔
دوم۔ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔
سوم۔ حقیقتِ جہاد۔

مباحثہ کے اختتام پر علماء پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ ان کو شکستِ فاش ہوئی ہے اور وہ ہرگز ہرگز حضرت صاحبزادہ صاحب کے مسکت دلائل کا جواب

نہیں دے سکے اسلئے باہم مشورہ سے یہ طے پایا کہ عوام میں خوب پروپیگنڈا کیا جائے کہ صاحبزادہ صاحبؓ کو شکست ہوئی اور کاغذاتِ مباحثہ کو چھپا لیا جائے۔ چنانچہ اس سکیم کے ماتحت علماء نے زور زور سے کہنا شروع کیا کہ "صاحبزادہ ملامت شد، ملامت شد" یعنی حضرت صاحبزادہ صاحب کو شکست ہوگئی ہے۔ اور اسی شور و غوغا میں عوام اور علماء ایک جلوس کی شکل میں شاہی محل کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ سردار نصر اللہ خان کے ایماء پر یہ سب کچھ ہو رہا تھا اسلئے وہ پہلے ہی بادشاہ کے پاس پہنچا اور بادشاہ کے کان بھرنے شروع کئے۔

غرضیکہ یہ جلوس دربار میں پہنچا اور بادشاہ سے کہا کہ چونکہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ شکست کھا گئے ہیں اسلئے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے۔ اور بادشاہ سے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو سنگسار کرنے کا مطالبہ شروع کیا۔ بزدل بادشاہ کو اتنی بھی جرأت نہ ہوئی کہ مباحثہ کے کاغذات منگوا کر خود نتیجہ نکالتا بلکہ سردار نصر اللہ خان اور علماء سے ڈر کر کہا کہ بہت اچھا علماء کے فیصلہ کے مطابق ہی کیا جائے گا۔ سردار نصر اللہ خان نے فوراً اٹھ کر علماء کا فتویٰ کفر اور فیصلہ رجم پڑھ کر سنایا۔

سردار نصر اللہ خان اور بزدل بادشاہ اس بات سے بے خبر تھے کہ وہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی موت پر نہیں بلکہ اپنی تباہی اور بربادی پر مُہر لگا رہے تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کا نام نامی تو رہتی دنیا تک زندہ رہے گا لیکن بادشاہ کے خاندان سے خدا تعالیٰ نے حکومت لے لی اور ان کا نام و نشان ملیا میٹ کر دیا اور حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کا بدلہ ہر اس شخص سے لیا جو اس واقعہ میں شامل تھا۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کم و بیش چار ماہ بادشاہ کی نظر بندی میں رہے۔ اس تمام عرصہ میں بادشاہ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کسی طرح حضرت صاحبزادہ صاحبؓ اپنے عقائد سے پھر جائیں یا وقتی طور پر ان سے انکار کرکے اپنی جان محفوظ کرکے ہندوستان یا کہیں اور چلے جائیں لیکن آفرین صد آفرین ہے افغانستان کے اس لعلِ جلیل پر کہ ایک انچ بھی ان کا قدم راہِ حق سے نہ ڈگمگایا۔ دنیا کی محبت، اولاد کی محبت، عزت و رسوخ کی محبت، غرضیکہ کوئی چیز بھی ان کی راہ میں حائل نہ ہو سکی۔ یوں لگتا ہے گویا وہ اس دنیا میں نہ تھے اگرچہ اُن کا جسم ابھی تک بادشاہ کی قید میں تھا لیکن اُن کی رُوح اپنے مالک اور خالق سے جا ملی تھی اور ہر روز ان کو آسمان سے محبتِ خداوندی کی تسکین بھیجی جاتی تھی۔

واقعۂ شہادت

مورخہ ۱۴ر جولائی ۱۹۰۳ء کا دن دنیا کی تاریخ میں یادگار رہے گا کیونکہ اس دن خدا تعالیٰ کے ایک پیارے نے دنیا اور دنیا کی محبت پر لات مار کر اپنے خالق خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے عظیم قربانی دی۔ آج کا دن حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے لئے

روحانی خوشیوں سے بھرپور تھا کیونکہ آج وہ اپنے محبوب اور معشوق سے ملنے والے تھے۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو ایک جلوس کی صورت میں کابل کے پرانے قبرستان کی طرف لیجایا گیا۔ لاکھوں کا ہجوم تھا۔ بادشاہ اور علماء ساتھ تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے گلے میں فتویٰ کفر لٹکایا گیا تھا اور آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں وزنی بیڑیاں ڈالی گئی تھیں۔

عصر کے بعد آپؓ کو قبرستان پہنچایا گیا اور ایک گڑھا جو ۲½ فٹ گہرا تھا اور جو پہلے ہی کھودا گیا تھا اس میں آپ کا مبارک وجود گاڑ دیا گیا۔ چاروں طرف ظالم اور جاہل عوام کا ہجوم تھا جنہوں نے بڑے بڑے پتھر اٹھائے ہوئے تھے جو اس شخص کو شہید کرنے کے لئے بے چین تھے جو خدا کا ایک عاشق تھا، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق صادق تھا، قرآن جس کی غذا تھا، تقویٰ اور پرہیزگاری جس کا زیور تھا اور جس سے بڑھ کر پارسا، متقی، نیک اور صالح وجود افغانستان نے کبھی پیدا نہ کیا تھا ہاں آج ایسے عظیم شخص اور بلند رتبہ با صفات کے مالک کو سنگسار کیا جا رہا تھا۔ ع

تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

جب حضرت صاحبزادہ صاحب کو ۲½ فٹ کے قریب گاڑا جا چکا تو بادشاہ پھر آپ کے پاس آیا اور آپ سے تائب ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے پھر وہی جواب دہرایا۔ بادشاہ نے اب قاضی شہر سے کہا کہ پتھر چلائے۔ اس نے کہا کہ آپ بادشاہ وقت ہیں آپ پہلا پتھر چلائیں۔ بادشاہ نے کہا کہ تم امیر شریعت ہو اور یہ سنگساری تمہارے ہی فتویٰ کی بناء پر عمل میں لائی جا رہی ہے اسلئے تم پہلا پتھر چلاؤ۔ چنانچہ قاضی شہر عبدالرزاق نے پہلا پتھر چلایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سردار نصراللہ خان نے پہلا پتھر چلایا۔ آپؓ نے زور سے کلمہ شہادت پڑھا اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً رسول الله۔

جب پہلا پتھر پیشانی مبارک پر لگا تو آپؓ نے سر مبارک قبلہ رخ جھکا دیا اور یہ آیت زور سے پڑھی اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔

چند منٹوں میں آپ پر پتھروں کا پہاڑ کھڑا ہو گیا اور آپ کا مبارک وجود ٹکڑوں سے اوجھل ہو گیا۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔ کابل کی سرزمین پر ایک بے گناہ انسان کا خون بہایا گیا اور ہمیشہ ہمیش کے لئے یہ زمین راندہ درگاہ قرار پائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"صاحبزادہ مولوی عبداللطیف مرحوم کا اس طرح مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ (وما رأينا ظلماً اغيظ من هذا) لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہوں گے۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائیگا

پہلے اس سے غریب عبدالرحمٰن میری
جماعت کا ظلم سے مارا گیا اور خدا چُپ
رہا مگر اس خون پر اب وہ چُپ نہیں رہیگا
اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہوں گے۔"
(تذکرۃ الشہادتین)

شہادت کے بعد اہم واقعات کا ظہور

حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے مرید خاص حضرت سید احمد نور کابلی صاحبؓ جو واقعہ شہادت کے وقت قادیان میں تھے فوراً خوست پہنچے اور وہاں سے کابل کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی سنگساری پر چالیس دن گزر چکے تھے۔ سید احمد نور صاحبؓ نے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کا جسم اطہر رات کی تاریکی میں پتھروں سے نکالا۔ ان کا بیان ہے کہ جب نعش مبارک نظر آنے لگی تو ہر طرف خوشبو نے معطر کر دیا۔ آپ نے نعش مبارک کو نکال کر تابوت میں رکھا۔ ان کا بیان ہے کہ جب نعش مبارک کو تابوت میں رکھنے لگے تو بوجہ وزن کے اُٹھائی نہ جاتی تھی۔ اُس وقت بیساختہ میرے مُنہ سے نکلا کہ "جناب یہ بھاری ہونے کا وقت نہیں ہے۔" چنانچہ ایسا کہتے ہی جب نعش مبارک کو ہاتھ لگایا تو وہ اتنی ہلکی ہو گئی تھی کہ میں اکیلے بآسانی اٹھا سکتا تھا۔

نعش مبارک تابوت میں بند کر کے قریب کے ایک قبرستان میں دفن کر دی گئی۔ چند دن کے بعد وہاں سے تابوت نکلوا کر خچر پر باندھ کر آپؓ کے آبائی گاؤں سید گاہ میں دفن کر دیا گیا۔

کچھ عرصہ بعد جب محمد نجیب خان صاحب احمدی ساکن زیدہ ضلع پشاور کو معلوم ہوا کہ آپ کی نعش مبارک سید گاہ میں دفن کر دی گئی ہے تو انہوں نے زر کثیر خرچ کر کے آپ کے روضہ مبارک کو پختہ کرا دیا۔ جوں جوں عوام کو علم ہوتا گیا تو وہ کثرت سے روضہ پر بغرض زیارت آنے لگے اور آپ کا مزار مرجع خلائق بن گیا۔

سردار نصر اللہ خان کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی۔ اس نے فوراً حاکم خوست شاہ محمد عاصی محمد اکبر خان کو حکم بھیجا کہ تابوت نکال کر کسی غیر معروف جگہ پر دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے اس حکم کی تعمیل میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کا تابوت نکلوا کر کسی غیر معروف جگہ پر دفن کر دیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی قبر کو شرک کے احتمال سے بچا لیا۔

پاداش ظلم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-
"شہزادہ عبداللطیف کے لئے
جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی ہے
اب ظالم کا پاداش باقی ہے۔ اِنَّهٗ
مَن یَّأتِ رَبَّهٗ مُجرِمًا فَاِنَّ

لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا
وَلَا يَحْيٰى " (تذکرۃ الشہادتین)

حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی شہادت کے دوسرے دن یعنی ۱۵ رجولائی ۱۹۰۳ء کو افغانستان میں زبردست ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی جس سے ہزاروں افراد لقمۂ اجل ہوگئے۔ سردار نصر اللہ خان کی بیوی اور ایک جوان لڑکا ہیضہ کا شکار ہوئے۔ خود اس کی خوف سے بری حالت تھی۔ چنانچہ مسٹر ایف۔ اے۔ مارٹن اپنی کتاب "Under the Absolute Amir" میں لکھتا ہے کہ :-

" Sirdar Nasrullah Khan who was of course, obliged to remain in his city Palace, since the Amir did not go away into the country, spent most of his time on his prayer-carpet so I was told by those who were with him! when his favourite wife contracted Cholera and died, he was described as being almost mad with grief at her loss and fear of the disease attacking him next."

کہ سردار نصر اللہ خان جو بوجہ امیر کے شہر کابل میں ہونے کے خود بھی کابل کے محل میں موجود تھا اپنے وقت کا اکثر حصہ جائے نماز پر گزارتا تھا۔ اس خوف کی وجہ ہیضہ کی وبا تھی جس نے اس کی محبوب بیوی چھین لی تھی اور سردار نصر اللہ خان کو ہر دم یہ غم رہتا تھا کہ کہیں وہ بھی اس کا شکار نہ ہوجائے۔ بیوی کے غم سے وہ قریباً مجنون ہوگیا تھا۔

آگے چل کر مسٹر مارٹن حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی ایک عظیم پیشگوئی اور اس کے پورا ہونے کا ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے :-

" Before being led away from Amir's presence to be Killed, the Mullah prophecied that a great calamity would overtake

Then cholera broke out, and according to former out-breaks another visitation was not due for four years to come, and this was also regarded as part of the full filment of the Mullah's prophecy, and hence the great fear of the Amir and the prince, who thought they saw in all this their own death, and it accounts also for the prince losing control of himself when his favourite the country, and that both the Amir and the Sirdar would suffer. About nine o' clock that night, the day the Mullah was Killed a great storm of wind suddenly arose and raged with violence for half an hour, and then stopped as suddenly as it came. Such a wind at night was altogether unusual, so the people said that this was the passing of the soul of the Mullah.

wife died."

کہ امیر کے دربار سے رخصت ہونے
سے قبل ملّا (حضرت صاحبزادہ صاحبؓ)
نے یہ پیشگوئی کی کہ ان کی شہادت
کے بعد ملک پر ایک زبردست تباہی
آئے گی جس کا خود امیر اور سردار
نصر اللہ خان کو بھی سامنا کرنا پڑیگا۔
جس دن ان کو شہید کیا گیا اس رات
نو بجے کے قریب ایک زبردست
طوفانِ باد و باراں آیا اور آدھ
گھنٹہ تک جاری رہا۔ آدھ گھنٹہ
بعد یکایک بند ہو گیا۔ اس طوفان
کو لوگوں نے صاحبزادہ صاحب کی
پیشگوئی کے پورا ہونے پر محمول کیا۔
اس کے بعد ہیضہ پھوٹ پڑا جبکہ
عام اندازہ کے مطابق ابھی مزید
چار سال تک وبا کے آنے کا کوئی
امکان نہ تھا۔ اس کو بھی ملّا (حضرت
صاحبزادہ صاحبؓ) کی پیشگوئی کا
پورا ہونا قرار دیا گیا اور اسی وجہ
سے امیر اور سردار نصر اللہ خان کو
اپنی موت قریب دکھائی دینے لگی۔
اور سردار نصر اللہ خان اپنی بیوی
کے مرجانے کی وجہ سے بیحد خوفزدہ
رہنے لگا۔"

مسٹر انگس ہملٹن اپنی کتاب افغانستان
کے صفحہ ۲۴۵ پر لکھتا ہے:-

"۱۹۰۳ء میں افغانستان کے
شہر کابل اور شمالی و مشرقی صوبہ جات
میں زور و شور سے ہیضہ پھوٹ پڑا۔
جو اپنی شدت کے سبب ۱۸۷۹ء
کی وبائے ہیضہ سے بدتر تھا۔ سردار
نصر اللہ خان کی بیوی اور ایک بیٹا
اور خاندانِ شاہی کے کئی افراد اور
ہزارہا باشندگانِ کابل اس وبا
کے ذریعہ لقمۂ اجل ہو گئے اور شہر
میں افراتفری پڑ گئی۔ ہر شخص کو اپنی
جان کا فکر لاحق ہو گیا۔"

سردار نصر اللہ خان کو اس کی محبوب بیوی اور لڑکے کے مرجانے کی سزا تو قہرِ الٰہی کا آغاز تھا۔ ان دونوں صدمات نے اس کے دماغ پر اثر کیا۔ اس کی حالت ایک زمانہ تک مجنونوں کی سی رہی لیکن ابھی قدرت کا بہت بڑا انتقام باقی تھا جو اس طرح پورا ہوا کہ ۱۹۱۹ء میں امیر حبیب اللہ کے قتل کے بعد کچھ عرصہ کے لئے سردار نصر اللہ خان نے بادشاہی کا دعویٰ کئے رکھا لیکن جلد ہی امیر امان اللہ خان نے بادشاہ ہو کر لوگوں سے بیعت لی اور سردار نصر اللہ خان کو گرفتار کر لیا اور پابجولاں اپنے سامنے پیش کرایا۔ امیر امان اللہ خان نے اس کو ایک برج میں قیدِ تنہائی کی سزا دی جہاں اس کا دماغی توازن

بگڑ گیا اور کچھ عرصہ بعد حبسِ دم کر کے مار دیا گیا۔ اور جس طرح اُس نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی قبر کو معدوم کیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی قبر کو معدوم کر دیا اور آج تک کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں دفن ہے۔

اس کی اولاد میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی رہ گئے تھے، لڑکے کو امیر امان اللہ نے قتل کروا دیا اور لڑکی سے خفیہ شادی کر لی لیکن بچہ سقہ سے شکست کھا کر جب امیر امان اللہ خان نے راہِ فرار اختیار کی تو سردار نصر اللہ خان کی بیٹی کو دشمن کے آسرے پر چھوڑ گیا۔ گویا سردار نصر اللہ خان کو ظلم کے پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ابتر کر دیا اور اس کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

امیر حبیب اللہ خان کا انجام

امیر حبیب اللہ خان سیر و شکار کے لئے گیا ہوا تھا کہ ایک رات فوج اور ذاتی پہریداروں کی موجودگی میں کسی نے پستول کی گولی اس کے دماغ کے پار کر دی۔ صبح کو بادشاہ اپنے خیمہ میں مرا ہوا پایا گیا۔ قاتل آج تک نہ مل سکا۔ اور کیونکر ملتا جبکہ یہ سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ یہ واقعہ ۲۰ فروری ۱۹۱۹ء کو ہوا۔

ڈاکٹر عبد الغنی کا انجام

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی شہادت میں ڈاکٹر عبد الغنی کا بڑا ہاتھ تھا۔ ڈاکٹر عبد الغنی بادشاہ کے مقربین میں سے تھا اور دربار میں بے حد اثر و رسوخ کا مالک تھا۔

شہادت کے کچھ عرصہ بعد بادشاہ اس سے ناراض ہوا اور اُسے تمام عہدوں سے موقوف کر کے گیارہ سال قید کی سزا دی۔ قید کے دوران ہی اس کی بیوی لنڈی کوتل میں مر گئی۔ چونکہ اس کا والی وارث کوئی نہ تھا اس لئے عوام نے چندہ کر کے اس کی تدفین کا انتظام کیا۔ پھر اس کا جوان سال لڑکا عبد الجبار کابل کے بازار میں سودا خرید کر جا رہا تھا کہ کسی نے تلوار کے ایک وار سے اس کا سر تن سے جُدا کر دیا۔ ڈاکٹر عبد الغنی کو جیل میں ان پے بہ پے صدمات کو سہنا پڑا۔

ڈاکٹر عبد الغنی پورے گیارہ سال جیل میں رہ کر جب رہا ہوا تو حکومت افغانستان کے حکم سے ہندوستان کی طرف جلا وطن کر دیا گیا۔ اس کا ایک ہی لڑکا زندہ رہا جو گجرات شہر میں ٹم ٹم چلا کر گزارا وقات کرتا تھا۔ ڈاکٹر عبد الغنی خود نہایت غربت اور کس مپرسی کی حالت میں اس دُنیا سے چل بسا اور خدا تعالیٰ کے سامنے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی شہادت کے جُرم میں حصہ لینے کے مقدمہ میں جا حاضر ہوا۔

قاضی عبد الرزاق کا انجام

قاضی عبد الرزاق وہ شخص ہے جس نے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا اور بعض روایات کی بنا پر پہلا پتھر حضرت صاحبزادہ صاحبؓ پر چلایا تھا۔

۱۹۱۵ء میں بادشاہ نے اس سے ناراض ہو کر

تمام عہدوں سے سبکدوش کر دیا اور سرِ دربار انکو کوڑے لگوائے۔ اس کے بعد یہ ایسا غائب ہوا کہ آج تک کسی کو اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ یا تو وہ عالم تھا کہ دربار میں اس کا طوطی بولتا تھا اور یا ایسی مار پڑی کہ نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

قبرِ امیر حبیب اللہ کی سنگساری

زندگی میں بھی امیر حبیب اللہ خان کو خوشی نصیب نہ ہو سکی اور مرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اُسے ایسی سزا دی جو شاید ہی کسی اور کو ملی ہو اور وہ یہ کہ جس طرح اُس نے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو سنگسار کرایا تھا اُسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی قبر کو سنگسار کروایا۔ اور وہ اس طرح کہ باغیانِ علاقۂ شنوار نے بدورانِ بغاوت جلال آباد پر حملہ کر کے اس کی قبر پر پتھروں کی بارش کی اور قبر کے تعویذ کو توڑ پھوڑ دیا۔

ان پے در پے خدائی حملوں کے بعد آخر ۱۹۲۹ء میں بچہ سقہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان سے حکومت ہی لے لی اور جس حکومت کو بچانے کے لئے انہوں نے ظلم و تعدی پر کمر باندھی تھی اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک ڈاکو [illegible] کو کھڑا کر کے بادشاہانِ افغانستان کو یہ سبق دیا کہ عزت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

کہتے ہیں کہ جب ہارون الرشید سریر آرائے حکومت ہوئے تو انہوں نے ایک بدصورت حبشی غلام دیکھا، اُس کو بلا کر حاکمِ مصر بنا دیا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو کہا کہ مصر کی حکومت نے فراعنہ کا دماغ اتنا خراب کیا تھا کہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا اسلئے مَیں نے ایک بدصورت حبشی غلام کو مصر کا حاکم بنا کر فراعنہ مصر کی ذلت کی ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے افغانستان پر ایک ڈاکو کو فتح دے کر امیر حبیب اللہ خان وغیرہ کے خاندان کی تذلیل کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کے واقعہ شہادت سے بعید درد و کرب ہوا تھا۔ آپؑ نے اپنی ایک کتاب تذکرۃ الشہادتین میں یہ پورا واقعہ قلمبند فرمایا اور ایک مرثیہ فارسی زبان میں تحریر فرمایا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

آں جواں مرد و حبیبِ کردگار
جوہرِ خود کرد آخر آشکار
نقدِ جاں از بہرِ جاناں باختہ
دل ازیں فانی سرا پرداختہ
بنگر ایں شوخی ازاں شیخِ عجم
ایں بیاباں کرد طے از یک قدم
ہیں کہ ایں عبداللطیفِ پاک مرد
چوں پئے حق خویشتن برباد کرد
جاں بصدقِ آں دلستاں دادہ است
تاکنوں در سنگہا افتادہ است

نیست شو تا بر تو فیضانے رسد
جاں بیفشاں تا دگر جانے رسد

افغانستان کا بادشاہ اور اس کے نادان عوام یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو سنگسار کر کے اُن کا نام مٹا دیا ہے حالانکہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کا وجود تو زندۂ جاوید ہو گیا ہے اور جب تک دنیا قائم ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھی جائیں گی حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے لئے لاکھوں لاکھ لوگ دعائیں کرنے والے پیدا ہوتے جائیں گے۔ کیا حضرت امام حسینؓ کا نام یزید پلید مٹا سکا؟ نہیں، ہرگز نہیں، بلکہ ان کا نام تاریخ اسلام میں زندۂ جاوید ہو گیا۔ ؏

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق

آخر میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں کہ:-

"اے عبد اللطیف! تیرے پر
ہزاروں رحمتیں کہ تُو نے میری زندگی
میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔"

علمی خزانے

گزشتہ چند سالوں کے الفرقان مجلد صورت میں موجود ہیں۔ جو صاحب چاہیں وہ ہر ایک سال کے جلد پرچے مجلد صورت میں آٹھ روپے میں خرید سکتے ہیں محصولڈاک علاوہ

مینیجر الفرقان۔ ربوہ

اے احمدی جواں سُن

(جناب مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری ایم۔ اے ربوہ)

اے احمدی جواں سُن — ہوش اور آگہی سے
جو کام بھی ہو کرنا — کر شوق و تندہی سے
لازم ہے دُور رہنا — ہر شر ہر اک بدی سے
پالا پڑے تجھے جب — دُکھ درد یا غمی سے
لے کام تُو دُعا اور — خیرات و بندگی سے
رکھ دوستی نہ ہرگز — انسانِ مطلبی سے
دشمن کا بَیر اچھا — مطلب کی دوستی سے
اچھا نہیں لگانا — دل حُسنِ عارضی سے
دھوکا کبھی نہ کھانا — دو دن کی چاندنی سے
سیرت کا حُسن اچھا — صورت کی دلکشی سے
ملنے جو کوئی آئے — مل اُٹھ کے خوشدلی سے
حق بات صاف کہہ دے — ہرگز نہ ڈر کسی سے
عزت کی موت اچھی — ذلت کی زندگی سے
جو ہمسفر ہو اُس سے — پیش آ شگفتگی سے
طے راستہ ہو سارا — امدادِ باہمی سے
کھانا بھی ہو سکے تو — دے اپنے پاس ہی سے
صد حیف آج انساں — نالاں ہے ہر کسی سے
ہو آدمی کو جیسے — نفرت ہر آدمی سے
اے کاش رہ سکے وہ — پیار اور آشتی سے
لیتا ہے کام جو بھی — ہر آن دل لگی سے

صدّیقؔ بچ کے رہیو
تُو ایسے آدمی سے

الہام اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر دائمی گواہ ہے

(از جناب چودھری ظہور احمد صاحب باجوہ سابق امام مسجد لندن)

اللہ تعالیٰ کے مامورین جب دنیا میں آتے ہیں تو اُن کے آنے کی واحد اور عظیم الشان غرض یہ ہوتی ہے کہ مخلوق کا تعلق پھر خالق کے ساتھ قائم ہو جائے اور وہ خدائے قادر و قیوم کے روشن چہرہ اور اس کی روشن تجلیات کو دیکھ کر پھر اس کی توحید پر ایمان لے آئیں۔ اس غرض کے پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے مامورین کو جو ذرائع اور وسائل عطا فرماتا ہے ان میں سے ایک بہت بڑا ذریعہ تبشیر یا انذار کے حامل آسمانی نشانات ہوتے ہیں۔

ہمارے اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسی غرض کے ماتحت اس دنیا میں مبعوث فرمایا اور آپ کو بھی اپنی قدرت کاملہ سے ایسے نشانات سے نوازا جن سے اللہ تعالیٰ کی ہستی، اس کی قدرت، اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے اور مومنوں کے یقین اور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان ان گنت نشانات میں سے ایک عظیم الشان نشان حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے اس الہام کا پورا ہونا ہے جو آج کا موضوع ہے یعنی اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار۔ اس الہام کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ یقیناً میں الدار یعنی تیرے گھر کے اندر رہنے والے ہر فرد کی حفاظت کروں گا۔ الدار سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا گھر ہے لیکن جیسا کہ خود حضور نے اس کی تشریح فرمائی ہے اس سے مراد صرف اینٹ اور گارے کا گھر نہیں بلکہ حضور کا رُوحانی گھر بھی مراد ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

"اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خشت و خاک کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے رُوحانی گھر میں داخل ہیں" (کشتی نوح)

گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے

اینٹ گارے کے گھر میں رہنے والوں کے علاوہ اس گروہ کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا جو حضورؑ کے ساتھ اخلاص، محبت اور فدائیت کا تعلق رکھتے ہیں اور جن کا ذکر حضورؑ نے خود ان پیارے الفاظ میں فرمایا ہے:۔

"اے میرے عزیزو! میرے پیارو!!
میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو!!!
جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے
میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو اور
اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ
میں فدا کر رہے ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں جانتا ہوں
کہ میں جو کچھ کہوں تم اُسے قبول کرنا اپنی
سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری
طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے۔"

(فتح اسلام)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم الشان وعدہ کس انداز سے پُورا ہوا۔ اِس الہام کا تذکرہ میں کم و بیش پندرہ سولہ دفعہ ذکر آیا ہے۔ وقت کی رعایت سے میں چند ایک کا ذکر کرونگا۔ ان تمام الہامات پر جب یک جائی نظر ڈالی جائے اور ان کے نزول کی تاریخ اور ہر مرتبہ کے الہام کے سیاق و سباق کو ملحوظ رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اِس عظیم الشان الہام کے اندر جس خدائی حفاظت کا وعدہ ہے اس کا تعلق صرف کسی خاص ایک موقعہ کے ساتھ ہی نہیں ہے بلکہ یہ الہام اور یہ خدائی وعدہ ماضی میں بھی متعدد مواقع پر مختلف رنگوں میں ان تفصیلات کے مطابق جو الہامات میں ہمیں نظر آتی ہیں پُورا ہوا اور پھر مستقبل کے ساتھ بھی اس کا گہرا تعلق ہے۔ اور آئندہ بھی ہم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاک گھر میں رہنے کی توفیق دے گا وہ اس خدائی حفاظت کے سایہ میں محفوظ رہیں گے۔

یہ الہام سب سے پہلے ۲۸ر اپریل ۱۹۰۲ء کو ہوا اور آخری بار ۲۹ر اپریل ۱۹۰۲ء کو۔ درمیانی زمانہ میں یہ الہام متعدد بار ہوا۔ سلسلۂ الہام کے تکرار میں خدا تعالیٰ کی مخفی در مخفی حکمتیں ہوتی ہیں اور بعض اوقات تاکید، تائید اور تسلی کے علاوہ نئے حالات سے متعلق نئی خبریں بھی ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کے تکرار میں بھی یہی حکمت ہے۔

اس الہام کے پورا ہونے کا اور نہایت شاندار طور پر پُورا ہونے کا سب سے پہلا ظہور اس وقت ہوا جب مُلک میں نہایت خطرناک طور پر طاعون پھیلی اور لاکھوں لوگ اس کا شکار ہو گئے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کے مطابق تمام وہ لوگ جو آپ کے جسمانی اور روحانی گھر میں مقیم تھے غیر معمولی طور پر اور غیر معمولی حالات میں محفوظ رکھے گئے اور یہی طاعون ان کے لئے گویا رحمت کا نشان اور ترقی کا ذریعہ بن گئی۔

اس نشان کی کسی قدر تفصیل یہ ہے کہ جب شروع شروع میں طاعون کا مرض بمبئی میں ظاہر ہوا اور ابھی پنجاب میں نہیں آیا تھا تو ۱۸۹۸ء میں حضرت

مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رؤیا دیکھا کہ فرشتے سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور جب آپؑ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسے پودے ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو اب اس ملک یعنی پنجاب میں پھیلنے والی ہے اور آپؑ کو بتایا گیا کہ اس مرض کے پھیلنے کا باعث لوگوں کی بے دینی اور خراب حالتِ ایمانی ہے۔ چنانچہ اس کے جلد بعد ہی یہ مرض پنجاب میں بھی آ گیا اور گو شروع میں اس کا حملہ زیادہ سخت نہیں تھا مگر آہستہ آہستہ اس کی شدت بڑھتی گئی۔ حتّٰی کہ ۱۹۰۲ء میں آکر اس نے بہت زور پکڑلیا۔ انہی ایام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ الہام فرمایا کہ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ اور آپؑ پر یہ ظاہر فرمایا کہ یہ طاعون آپ کے لئے ایک خدائی نشان ہے اور اس کے ذریعہ آپؑ کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں اللہ تعالیٰ ایک امتیاز پیدا کر دے گا۔

حضورؑ نے فرمایا:۔

"حکومت نے خیر خواہی سے اور رفاہِ عام کی خاطر ٹیکہ ایجاد کیا ہے لیکن مَیں اپنے متبعین کو کہتا ہوں کہ وہ ٹیکے کا استعمال نہ کریں کیونکہ خدا نے چاہا ہے کہ اِس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھائے تو اس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کرکے دکھلائے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں۔ اس کے لئے مت دلگیر ہو۔ ...

.... اور اس نے مجھے مخاطب کرکے یہ بھی فرمایا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں۔ اور عموماً تمام لوگ اِس جماعت کے گو وہ کتنے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ .... مگر ایسے لوگ ان میں سے جو اپنے عہد پر پُورے طور پر قائم نہیں یا ان کی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں ہو اُن پر طاعون وارد ہو سکتی ہے مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کرینگے کہ نسبتاً و مقابلتہً خدا کی حمایت اِس قوم کے ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان لوگوں کو ایسا بچایا ہے جس کی نظیر نہیں۔" (کشتی نوح)

غور سے دیکھیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی بھی اپنے اندر متعدد دعاوی رکھتی ہے

مثلاً یہ کہ :-

اوّل :- حضورؑ کے گھر کے اندر رہنے والوں کو طاعون سے بچایا جائے گا۔

دوم :- جو شخص بھی سچے دل سے حضورؑ کی پیروی کرنے والا ہوگا خواہ کسی مکان اور کسی شہر اور کسی ماحول میں رہتا ہو حضورؑ کے گھر میں ہی سمجھا جائے گا اور طاعون سے بچایا جائیگا۔

سوم :- قادیان میں طاعون جارف نہیں پڑیگی۔

چہارم :- جماعت کے لوگ خواہ وہ کتنے ہی ہوں، مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے۔

پنجم :- وہ لوگ جو اپنے عہد پر قائم نہیں رہے یا ان کی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو ان پر طاعون وارد ہو سکتی ہے۔

اِن تفصیلات کے ساتھ بلاشبہ یہ پیشگوئی بہت عظیم اور بہت وسیع شکل میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ اور پھر جب اِسی عظمت اور اِسی وسعت کے ساتھ اسے پُورا ہوتا بھی دیکھتے ہیں تو ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوتی ہے۔

۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۷ء تک طاعون کا بے حد زور رہا اور جس طرح کہ جاننے والے جانتے ہیں اس زمانہ میں طاعون ہلاکت اور بربادی کا پیغام لیکر آئی تھی۔ گویا قیامت کا ایک نمونہ تھا اور لوگوں کو اپنے مُردے دفنانا تک ممکن نہیں تھا۔ ہر گھر میں صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی اور بستیوں کی بستیاں اُجڑ رہی تھیں۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے اِس الہام کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں کوئی انسان تو کیا کوئی چوہا تک بھی طاعون سے نہیں مرا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا گھر اپنے ماحول اور اپنے معیارِ تمدن کے اعتبار سے گلبرگ یا ماڈل ٹاؤن کا کوئی انوکھا اور منفرد گھر نہیں تھا، اسی طرح سے گھر آپؑ کے مخالفوں کے بھی تھے لیکن وہاں طاعون کے جراثیم اپنا کام کر رہے تھے مگر مسیح پاکؑ کے گھر کے اندر داخل ہونے کا انہیں گویا حکم ہی نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس خدائی وعدہ پر اس قدر یقین تھا کہ انہی ایام میں جب مولوی محمد علی صاحب بیمار ہوئے اور یہ محسوس کیا گیا کہ شاید ان پر طاعون کا کوئی اثر ہے تو حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے اور آپؑ نے مولوی صاحب کی نبض پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اگر اس مکان میں آپ کو طاعون ہو جائے تو میں جھوٹا۔ حضورؑ کا یہ فرمانا تھا اور نبض پر ہاتھ رکھنا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب کی تکلیف اُسی وقت جاتی رہی اور بخار بالکل اُتر گیا۔

اسی طرح حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ اس زمانہ میں ابھی چھوٹی عمر میں ہی تھے کہ آپ کو شدید بخار ہوگیا اور رانوں میں دو گلٹیاں نکل آئیں۔ حضورؑ نے دُعا فرمائی اور دُعا کے بعد ہی حضرت میر صاحب کی گلٹیاں غائب ہوگئیں۔ بخار اُتر گیا اور آپ اُٹھ کر کھیلنے لگ گئے۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو پھر الہام ہوا۔ حضورؑ فرماتے ہیں :-

"آج کوئی پہر رات باقی ہوگی کہ الہام

ہوا :-

إِنِّیْ أُحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ عِنْدِیْ مُعَالَجَاتٌ۔

(ترجمہ۔ میں ہر ایک کی جو اس گھر میں ہے حفاظت کروں گا اور اسے لوگوں کے لئے نشان بناؤں گا کہ یہ ہماری طرف سے رحمت ہوگی اور یہ بات اٹل ہے۔ میرے پاس کئی علاج ہیں)

میں نے اِس الہام کو معمول کے موافق کتاب میں لکھ لیا اور پھر گھر میں (مراد حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا) دریافت کیا کہ آج تم نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے ابھی ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک صندوق بذریعہ بلٹی آیا ہے جس کو شیخ رحمت اللہ نے بھیجا ہے اور وہ دوائیوں کا صندوق ہے حکیم فضل دین کی بیوی اور ہر دوائی پاس کھڑی ہیں۔ جب اس کو کھولا گیا تو وہ لبالب دوائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ڈبیاں ہیں، شیشیاں ہیں، غرض پورے طور پر بھرا ہوا ہے۔ گھاس پھوس کی جگہ بھی دوائیاں ہیں۔

میں نے اِس لحاظ سے کہ ان کے ایمان میں اور بھی ترقی ہو کہا کہ مجھے آج یہ الہام ہوا ہے اور میں نے وہ لکھا ہوا الہام ان کو دکھایا۔ خدا کی قدرت ہے کہ کیسا عجیب توارد ہے اِدھر الہام میں رَحْمَةً مِّنَّا ہے اُدھر رؤیا میں دکھایا گیا ہے کہ رحمت اللہ نے بھیجا ہے اور پھر حکیم فضل دین، مریم (حکیم صاحب کی بیوی) کا پاس ہونا، چراغ (ملازم) کا لانا، یہ سب مبشرات ہیں۔ لِنَجْعَلَهٗ اٰیَةً لِّلنَّاسِ سے مراد یہ ہے کہ یہ وعدہ حفاظت جو ہے اس حفاظت کو لوگوں کے لئے نشان ٹھہراؤں گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اب کھلے کھلے طور پر کچھ کرنا چاہتا ہے۔ ..... اس وقت ایک قوم تمنا کے ساتھ ٹیکہ کرا رہی ہے اور ہم اس نشان کے ساتھ ناز کرتے ہیں" (تذکرہ صفحہ ۴۴۹-۴۵۰)

چنانچہ اسی یقین اور ایمان کی بدولت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ٹیکہ لگوانے سے اپنی جماعت کے دوستوں کو روک دیا اور باوجودیکہ حکومت کی اس تدبیر کو سراہا اور اسے مفید قرار دیا لیکن محض اس لئے کہ اس طرح خدائی نشان مشتبہ ہو سکتا ہے اور لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ ٹیکہ کی وجہ سے یہ لوگ محفوظ رہے ہیں حضورؑ نے ٹیکہ سے اپنے دوستوں کو روکا اور ایک رُوحانی علاج اور رُوحانی ٹیکہ سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ گویا ایک ظاہری تدبیر نہ کرنے کے باوجود اللہ تعالےٰ نے غیر معمولی نصرت اور حفاظت فرمائی اور غیر معمولی طور پر وہ لوگ جو سچے دل سے حضورؑ کے پیرو تھے اور حضورؑ میں

محو تھے اس ہلاکت سے محفوظ رہے۔ نہ صرف یہی بلکہ جس طرح کہ حضورؑ نے فرمایا تھا بہت سے لوگوں نے اس نشان سے فائدہ اٹھایا اور روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ بیعت کرکے سلسلہ میں داخل ہوتے۔ ایسے ہی لوگوں کا ذکر کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کبھی کبھی مسکرا کر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے سلسلہ میں بہت سے طاعونی احمدی بھی ہیں یعنی وہ لوگ جو طاعون کا نشان دیکھ کر سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔

پھر تیسرا دعویٰ اس نشان میں یہ تھا کہ قادیان میں بربادکن افگن طاعون نہیں پڑے گی اور وہ نظارہ ہلاکت کا یہاں نہیں ہوگا جو دوسرے شہروں میں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قادیان میں وہ کیفیت بالکل نہ تھی جو دوسرے شہروں اور علاقوں میں اس موقعہ پر تھی اور اس فرق کو غیر بھی محسوس کر رہے تھے۔ نیز درحقیقت اس میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ یہ نشان اور زیادہ واضح ہو جائے کہ قادیان کے مقام کو بھی خدا نے ایک برکت دی ہے اور پھر اسی شہر کے بعض مکانوں میں تو طاعون پھیل جائے لیکن غیر معمولی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا گھر اور آپؑ کے ماننے والوں کے گھر اس سے محفوظ رہیں۔ پھر اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ قادیان کے اندر رہنے والے اشد مخالف اور بدزبان معاند آریہ لیڈر وغیرہ اسی طاعون کا شکار ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ہمیشہ کے لئے مُہر لگانے والے بن جائیں۔

پھر عمومی طور پر بھی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے محفوظ رہی اور وہ لوگ جو ملک کے اندر حضورؑ کے مخالفین میں سے تھے بہت سے اُن میں سے اس عذاب کا شکار ہو گئے اور طاعون کی موت مر گئے۔

یہ تمام تفصیل خدا ترس انسان کو اس بات کے سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ واقعی اگر خدائی وعدہ نہ ہوتا تو یہ سب باتیں ناممکن تھیں اس لئے کہ طاعون کے کیڑوں کو یہ شعور کون بخش سکتا تھا کہ دیکھنا ہمارے مسیح کے گھر اور اس کے مخالفوں کے گھروں کو الگ الگ پہچاننا اور ہمارے مسیح کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں سے بھی یوں آگاہ رہنا۔ حقیقتاً جتنا بھی غور کیا جائے انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے اور سوائے اس بات کے کہ یہ سب کچھ اس خدائے قادر وقیوم کی طرف سے تھا جو اسباب کا محتاج نہیں ہے اور کوئی حل ہمارے سامنے اس سوال کا نہیں آتا۔ یقیناً اس کا یہ کلام سچا تھا کہ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔

۸؍جون ۱۹۰۴ء کو الہام ہوا جس کے الفاظ یہ ہیں۔ عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّهَا وَمَقَامُهَا اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ اَعْطَیْتُكَ کُلَّ النَّعِیْمِ (تذکرہ صفحہ ۵۱۸) یعنی عارضی رہائش کے بھی مکانات مٹ جائیں گے اور مستقل رہائش کے بھی۔ میں تمام ان لوگوں کی جو اس گھر میں رہتے ہیں حفاظت کروں گا۔ میں نے تجھے سارے انعامات عطا کئے ہیں۔ اس الہام میں جہاں حفاظت کا ذکر ہے وہاں ساتھ ہی یہ خبر بھی ہے کہ گویا ایسا کوئی عذاب

آئے گا جس سے مکانات گر جائیں گے اور سخت تباہی آئے گی۔ اور ایسے عالم میں جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے "الدار" میں ہوں گے وہ خاص طور پر بچائے جائینگے۔

چنانچہ اس الہام الٰہی کے مطابق ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کو شمالی ہندوستان میں ایک نہایت خطرناک زلزلہ آیا جس کا مرکز دھرم سالہ ضلع کانگڑہ تھا۔ اس زلزلہ سے ہزاروں مکانات اور جانیں تلف ہوئیں۔ گویا قیامت کا نمونہ تھا لیکن اس موقعہ پر بھی اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر جماعت کے دوستوں کو محفوظ رکھا اس معجزانہ حفاظت کی صرف ایک شہادت پیش کرتا ہوں۔ مکرم ماسٹر عطا محمد صاحب استاذ الجامعۃ الاحمدیہ بیان کرتے ہیں:۔

"میرے محترم چچا حضرت مولوی وزیرالدین صاحب رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابہ میں سے تھے وہ سجانپور ٹیرہ ضلع کانگڑہ کے ورنیکلر مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ انکے اہل و عیال مکیریاں ضلع ہوشیارپور میں مقیم تھے اور مَیں چچا جان کے ہمراہ سجانپور ٹیرہ میں رہتا تھا۔

۱۹۰۵ء کے غالباً فروری یا مارچ کے مہینے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اشتہار بعنوان "عَفَتِ الدِّيَارُ مَحَلُّهَا وَمَقَامُهَا" چچا جان کو موصول ہوا جو دیواروں پر چسپاں کرنے کے لئے انہوں نے میرے سپرد کر دیا۔ مَیں سکول کے گیٹ اور دکانوں کی دیواروں پر یہ اشتہار چسپاں کر رہا تھا کہ وہاں ایک سادہ کار (سنار) حسن دین نام میرے پاس سے گزرا اور اشتہار دیکھ کر کہنے لگا کہ مرزائیوں کی صف لپیٹی جائیگی۔ یہ سُن کر میرے مُنہ سے بے اختیار نکلا کہ احمدیوں کی تو نہیں البتہ تمہاری صف لپیٹنے کا وقت آگیا ہے۔ وہ تو چلا گیا اور بات آئی گئی ہو گئی۔ ......

۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کو عین طلوع آفتاب کے وقت وہ قیامت خیز زلزلہ آیا جس سے ضلع بھر کی بستیاں اور شہر تہ و بالا ہو گئے۔ دریائے بیاس میں جو سجانپور ٹیرہ کے بالکل قریب بہتا تھا پہاڑ کی چوٹی گرنے سے بند لگ گیا اور پانی پہاڑ کی ترائی پر بنے ہوئے مکانوں اور انسانوں کی تباہی کا موجب ہوا۔ ڈاک اور تار کا سلسلہ یکسر منقطع ہو گیا۔ ہمارے مکان اور سکول کی بنیادیں تک اُکھڑ گئیں اور شہر میں اس قدر تباہی مچی کہ دن چڑھتے ہی کہرام مچ گیا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے گھر میں جس قدر افراد تھے سب کے سب معجزانہ طور پر محفوظ رہے۔ ..... اس کے برخلاف وہ حسن دین جو کہتا تھا کہ مرزائیوں

کی صف لپیٹی جائے گی اس کے اپنے خاندان کے بلیس کے قریب افراد تھے جن میں ایک دو کے سوا باقی سب لقمۂ اجل ہو گئے۔ شہر میں اس قدر موتا موتی لگی کہ بعض گھر جن میں گیارہ گیارہ افراد تھے ان میں سے صرف ایک زندہ رہا اور باقی سب نہنگ اجل کا شکار ہو گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اس جگہ یہ بات بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جہاں میری چارپائی تھی وہاں سرہانے اور پائنتی کی طرف تھوڑی تھوڑی دیوار یں کھڑی رہیں اور چھت کے چار پائے بدستور اپنی جگہ پر قائم رہے اور میں بالکل محفوظ حالت میں اپنی چارپائی پر پڑا رہا۔ اور نہ صرف میں بالکل محفوظ رہا بلکہ گھر کے دیگر افراد بھی ہر طرح خیریت سے رہے اور گھر کی جملہ اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حفظ و امان میں رکھا۔ فالحمد للہ رب العلمین۔"

(الفضل ۱۴ر جنوری ۱۹۶۹ء)

پھر ۲ر مئی ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَةً اُرِیْکَ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ"

(تذکرہ ص ۶۰۹)

یعنی میں فوجوں کے ساتھ تیرے پاس اچانک آؤں گا۔ میں تجھے وہ زلزلہ دکھاؤں گا جو قیامت کا نمونہ ہوگا۔ میں ان سب کی حفاظت کروں گا جو اس گھر میں ہیں۔"

اب اس الہام میں گویا بعض ایسے زلازل اور حوادث کا ذکر ہے جن کو قیامت کا نمونہ کہا جا سکیگا اور جن کا تعلق فوجوں کی اچانک آمد سے ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد سمجھا جائے گا۔ ایسے وقت میں بھی اللہ تعالیٰ "الدّار" میں رہنے والوں کو اپنی حفاظت کا وعدہ دیتا ہے۔ اب آپ دیکھ لیجئے کہ ایسے مواقع پر بھی جن کے ہم لوگ خود شاہد ہیں کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو پورا فرمایا اور ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ متعدد دفعہ۔ زمانہ قریب کے حالات کو ہی ہم سامنے رکھیں تو یہ خدائی وعدہ اپنی پوری عظمت کے ساتھ ہمیں اب بھی پورا ہوتا نظر آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کی ایک سنت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور انکی

گریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے"

(الوصیت)

جب خدا تعالیٰ نے متواتر وحی کے ذریعہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو آپ کے زمانۂ وفات کے نزدیک ہونے کی اطلاع دی تو اس سنّت کے مطابق جماعتِ مومنین کا غمگین اور دلگیر ہونا قدرتی امر تھا مگر قادر و قیّوم خدا نے مخالفوں کی جھوٹی خوشیوں کو پامال کرنے اور مومنوں کا غم و حزن دُور کرنے کے لیے حضورؑ کی وفات سے چند دن پہلے یہ الہام فرمایا :-

إِنِّيْ أُحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِي الدَّارِ

کہ میں ان تمام لوگوں کی حفاظت کروں گا جو اس دار میں ہیں۔ اس کے بعد ۹ رمئی ۱۹۰۸ء کو الہام ہوا :-

مرنگ۔ اَلرَّحِيْلُ ثُمَّ الرَّحِيْلُ۔

إِنَّ اللّٰهَ يَحْمِلُ كُلَّ حِمْلٍ۔

گویا کُوچ کا وقت آگیا ہے۔ ہاں کُوچ کا وقت آگیا ہے اللہ تعالیٰ تمام بوجھ اُٹھا لے گا۔

۱۰ رمئی کو الہام ہوا :-

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ۔

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کئے بلاشبہ ان کے لئے جنّات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

۱۵ رمئی کو الہام ہوا :-

"ڈرو مت مومنو!"

۱۷ رمئی کو الہام ہوا :-

"إِنِّيْ مَعَ الرَّسُوْلِ أَقُوْمُ"۔

یعنی میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔

گویا اِس سلسلۂ الہامات میں مومنوں کو بشارت دے کر ان کے خوف کو امن میں بدل دیا۔ یہ ایک اور وعدۂ الٰہی ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے اس کے بعد بھی حضورؑ کی پیروی کرنے والوں کو الٰہی حفاظت سے حصہ ملتا رہے گا اور حضورؑ کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھتا اور پھیلتا ہی چلا جائے گا اور قدرتِ ثانیہ کی دائمی برکات پائے گا اور کوئی مانع جو اس کی ترقی میں حائل ہو سکے۔ اور اس سلسلہ میں آنے والی تمام مشکلات کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے خود دُور کرتا جائے گا۔ یہ وعدہ اس سلسلہ کے تمام مستقبل پر محیط ہے اور جو لوگ بھی حضرت مسیح پاک علیہ السلام سے وابستہ اور نسبتِ صدق اور وفا کے ساتھ عہدِ بیعت پر کاربند ہو کر "الدار" میں رہائش پذیر ہوں گے اللہ تعالیٰ ہر مرحلہ پر ان کی غیر معمولی نصرت اور حفاظت فرماتا رہے گا۔ انشاء اللہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اِس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو

مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں، قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اُس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہیگی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے؟ وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا ہے اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالیٰ کا بندہ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں اس میں ہوں۔"

(فتح اسلام)

پس مبارک ہیں وہ جو اس الٰہی قلعہ میں داخل ہوتے ہیں۔ الٰہی نوشتوں کے مطابق مصائب کے زلزلے آئیں گے، حوادث کی آندھیاں چلیں گی، اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دُنیا سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی مگر آخر وہی کامیاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔

ـــــ

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسے فرزند جلیل! تجھ پر بے حد سلام!! تو اپنے حیّ و قیوم آقا سے وحی پاکر یہ فانی دنیا چھوڑنے سے پہلے اپنے سچے محبّوں کو اللہ تعالیٰ کی ابدی حفاظت کی بشارت دے گیا +

ملکی حالات کی نزاکت کا تقاضا

مجلس "تحفظ ختم نبوت" پاکستان کے جناب مولوی محمد علی صاحب جالندھری نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے:-

"جماعت اسلامی اور اس کے ہمنوا فرقہ دارانہ نظریات کی بنا پر اس ملک میں قادیانی اور شیعہ افسروں کے تبادلوں کی مہم کا آغاز کرنا چاہتے ہیں اور محکمۂ اوقاف کو سر کرنے کے بعد عیسائی وزیر قانون مسٹر کارنیلیس، قادیانی افسر مسٹر ایم ایم احمد، اور فرقہ دارانہ بنیاد پر دوسرے افسروں کے تبادلوں کی ایک منظم مہم کا جواز پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ملک اسوقت جن خطرناک حالات سے دوچار ہے اور ہمیں جو مسائل درپیش ہیں انکی سنگینی اور نزاکت کا تقاضا یہ ہے کہ اندرونِ ملک مکمل طور پر اتحاد، امن اور یکجہتی کی فضا پیدا کی جائے۔"

(روزنامہ امروز لاہور یکم نومبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۶)

الفرقان۔ جناب مولوی محمد علی صاحب نے اسوقت تو نہایت معقول بات کہی ہے۔ فی الواقع پاکستان کو اس وقت سب سے زیادہ امن، یکجہتی اور اتحاد کی ضرورت ہے۔ فرقہ دارانہ باتوں کو سیاسیات کے لئے آلۂ کار بنا کر ملک میں انتشار پیدا کرنا ملک دشمنی کی بدترین مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ مودودی صاحبان کو بھی سمجھ دے۔ آمین +

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے کارنامے

(محترم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد مولوی فاضل)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ مشہور اُموی بادشاہ مروان بن حکم کے پوتے تھے جو سنہ ۶۱ھ مطابق ۶۸۰-۶۸۱ء میں یعنی سیدنا حضرت امام حسینؓ کی المناک شہادت کے سال پیدا ہوئے آپ نے بچپن کے ابتدائی ایام مصر میں گزارے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے مدینۃ النبیؐ میں بھیج دیئے گئے۔ آپ کی پبلک زندگی کا آغاز عبدالملک بن مروان کے عہدِ حکومت میں ہوا جبکہ آپ حلب کے نواح میں واقع ایک بستی خناصرہ کے والی مقرر کئے گئے۔ یہ پہلا موقعہ تھا جس میں آپ کو ایک شاہی افسر کی حیثیت سے حکومت کے اندرونی نظام اور عوام دونوں کو قریب سے مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ سنہ ۸۶ھ میں عبدالملک کا انتقال ہوگیا اور ان کے بیٹے ولید تخت پر بیٹھے جنہوں نے آپ کو اپنی حکومت کے پہلے ہی سال مدینہ منوّرہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

مدینہ کی گورنری اور آپ کی اولیات

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سنہ ۸۷ھ سے سنہ ۹۳ھ تک گورنری کے منصب پر فائز رہے۔ آپ کی عملداری میں مدینہ منوّرہ کے علاوہ مکّہ مکرّمہ اور طائف کے شہر بھی شامل تھے۔ اس دور میں آپ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان میں سرِ فہرست مسجدِ نبوی کی تعمیرِ جدید ہے جو آپ نے ولید بن عبدالملک کے حکم پر سنہ ۸۸ھ سے لے کر سنہ ۹۱ھ تک پایۂ تکمیل تک پہنچائی۔ بارھویں صدی ہجری کے عالمِ مدینہ حضرت علامہ شہاب الدین السمہودی نے اپنی کتاب "وفاءُ الوفاء باخبارِ دارِ المصطفیٰ" میں مسجدِ نبوی کی نئی عالی شان عمارت کی تعمیر کے مفصل حالات لکھے ہیں اور بتایا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فقہائے مدینہ کی موجودگی میں مسجد کی وہ پُرانی عمارت جو سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے چلی آرہی تھی مسمار کرادی اور دوبارہ پُوری عمارت سنگِ مرمر کے نہایت قیمتی اور نفیس پتھروں سے تعمیر کرائی۔ دیواریں اور چھتیں سونے کے پانی سے منقش کرائیں اور ستونوں میں لوہا اور سیسہ ڈال کر ان کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کیا۔ اِس توسیع سے مسجدِ نبوی لمبائی میں دوسو گز تک اور چوڑائی میں ایک جانب سے دوسو گز اور دوسری طرف سے ۱۸۰ گز تک ممتد ہوگئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی اوّلیات میں سے ہے کہ آپ نے مسجدِ نبوی میں پہلی بار محراب تعمیر کرایا۔ کنگرے نصب کئے۔ چاروں کونوں پر چار مینار بنوائے اور پہریدار مقرر فرمائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین میں جہاں جہاں نماز ادا فرمائی تھی لوگوں نے وہاں تبرکاً چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنائی تھیں جن میں سے مسجد قبلتین، مسجد الفتح، مسجد الرایہ، مسجد الفضیخ، مسجد بنی ظفر، مسجد ابی بن کعب اور مسجد الجمعہ آج تک موجود ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان مقدس یادگاروں کی طرف بھی توجہ دی اور ان کو بھی منقش پتھروں سے تعمیر کرایا۔

انہیں ایام میں آپ نے مزار نبوی کے حجرہ پر ایک چھت تعمیر کرانے کے علاوہ اس کے چاروں طرف دوہری دیوار بھی بنوائی، نیز مدینہ طیبہ اور دوسرے شہروں میں بہت سے کنوئیں کھدوائے اور دشوار گزار پہاڑی راستے ہموار کرا کے ان کو آمد و رفت کے قابل بنوایا۔

عہد سلیمان بن عبدالملک میں

ولید بن عبدالملک کے بعد ان کے بھائی سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوئے تو انہوں نے آپ کو اپنا مشیر خاص بنایا۔ آپ دربار میں ہمیشہ پوری مومنانہ شان کے ساتھ کلمۂ حق بلند رکھتے اور بادشاہ بھی ان کے صائب مشوروں کو بہت اہمیت دیتا تھا اور غالباً اسی لئے بعض متقدمین کی رائے ہے کہ اس دور کی اصلاحات درحقیقت آپ ہی کے فیض کا نتیجہ تھیں۔

آپ کا زمانہ خلافت

مگر آپ کے زیر ہمت علمی و عملی، تجدیدی و تعمیری، اخلاقی و روحانی کارناموں کا اصل دور اس وقت شروع ہوتا ہے جبکہ آپ سلیمان بن عبدالملک کے بعد ۱۰ صفر ۹۹ھ (۲۲ ستمبر ۷۱۷ء) کو مسند آرائے خلافت ہوئے۔ آپ دو سال پانچ مہینے اور چودہ دن تک زمام خلافت سنبھالنے کے بعد ۲۵ رجب ۱۰۱ھ (مطابق ۱۲ فروری ۷۲۰ء) کو اپنے آسمانی آقا کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے قریباً ڈھائی برس کے اس نہایت قلیل عرصہ میں (جسے قوموں کی اجتماعی زندگی میں سانس کے ایک وقفہ سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا) آپ نے قوم مسلم میں زندگی کی نئی روح پھونک دی۔

اس اجمال کی تفصیلات پر جوں جوں غور کیا جائے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عظیم اور درخشندہ و تابندہ کارناموں کے نئے سے نئے باب کھلتے جاتے ہیں اور ایسا دکھائی دیتا ہے کہ انتہائی تاریک اور گھٹا ٹوپ بادلوں کے درمیان شام کے افق پر یکایک ایک چاند طلوع ہوا ہے جس کی جلوہ گری سے سپین کے آخری گوشوں سے لیکر چین کی دیواروں تک روشن ہو گئی ہیں۔ گلشن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پھر سے بہار آ گئی ہے اور ہر طرف رنگا رنگ کے پھول کھلے ہیں۔

مگر میں اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے مبارک عہد خلافت کے کارناموں میں سے بطور نمونہ صرف تین بنیادی کارناموں کے بیان پر اکتفا کروں گا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

عہد خلافت کا پہلا کارنامہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا پہلا مثالی اور یادگار

کارنامہ احادیثِ نبوی کی تدوین ہے۔ آپ کے زمانۂ خلافت تک نہ صرف گنتی کے چند صحابہؓ کے سوا سب رحلت فرما چکے تھے بلکہ اکثر کبار تابعین کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے تصرفِ خاص سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی توجہ اس طرف مبذول و منعطف ہوئی کہ علمِ حدیث جس کا تقریباً تمام تر حصہ ابھی تک سینوں میں منتقل ہوتا چلا آرہا ہے اُسے جلد از جلد محفوظ کر لینا چاہیئے۔ چنانچہ آپ نے مدینہ کے گورنر اور نامور قاضی و مفتی حضرت ابوبکر بن حزم انصاریؒ کے نام فرمان جاری کیا کہ :-

"اُنْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيْثِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاكْتُبْهُ فَإِنِّيْ خِفْتُ دُرُوْسَ
الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ
لَا يُقْبَلُ إِلَّا حَدِيْثُ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلْيُفْشُوا
الْعِلْمَ وَلْيَجْلِسُوْا حَتّٰى يُعَلَّمَ
مَا لَا يَعْلَمُ فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا
يَهْلِكُ حَتّٰى يَكُوْنَ سِرًّا۔"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہر حدیث ضبطِ تحریر میں لے آئیں کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے اُٹھ جانے کا اندیشہ ہے۔ مگر یاد رہے قبول صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہو گی۔ علماء کو چاہیئے کہ وہ علم پھیلائیں اور بیٹھ جائیں تا بے علم کو سکھایا جا سکے کیونکہ علم صرف اُسی وقت معدوم ہوتا ہے جب وہ ایک سربستہ راز بن کر رہ جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ شاہی حکمنامہ تمام اسلامی ممالک کے عمّال اور مشاہیر علماء کے نام جاری کیا گیا تھا جیسا کہ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری کی پہلی جلد میں ابونعیم کی تاریخ اصبہان کے حوالہ سے ذکر فرمایا ہے۔ اِس فرمان کے مطابق سب سے پہلے ائمہ محدثین کے استاذ حضرت امام شہاب زُہریؒ نے بعد ازاں حضرت قاضی ابوبکر بن حزم اور حضرت سعد بن ابراہیمؒ مدنی اور باقی دیار و امصار کے علماء نے جمع حدیث کی اس جدّ و جہد میں جو سرکاری سطح پر جاری کی گئی تھی سرگرم حصّہ لیا۔ چنانچہ سعد بن ابراہیمؒ کا بیان ہے کہ :-

اَمَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ
بِجَمْعِ السُّنَنِ فَكَتَبْنَاهَا
دَفْتَرًا فَبَعَثَ إِلٰى كُلِّ أَرْضٍ
لَهٗ عَلَيْهَا سُلْطَانٌ دَفْتَرًا۔

ہمیں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حدیثیں جمع کرنے کا ارشاد فرمایا اور ہم نے دفتروں کے دفتر لکھ بھیجے اور آپ نے بھی تمام ممالکِ مقبوضہ میں ان کا ایک ایک مجموعہ بھجوا دیا۔

اِس طرح آپ کے ہاتھوں دورِ تابعین ہی میں احادیث کا ایک گرانقدر اور انمول ذخیرہ آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

عہدِ خلافت کا دوسرا کارنامہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دوسرا شاندار

کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے مسلم حکومت کی مادی سرحدوں میں اضافہ کرنے کی بجائے اسلام کے روحانی اقتدار کی توسیع کو اپنا نصب العین اور مطمح نظر قرار دیا اور اپنی پوری توجہ اشاعتِ اسلام کے مقدس فریضہ کی تکمیل کے لئے صرف کر دی۔ چنانچہ آپ نے ہندوستان کے حکمرانوں کے نام تبلیغی دعوت نامے بھیجے۔ ان خطوط سے شاہانِ ہند کو قبولِ اسلام کی طرف تحریک ہوئی اور سندھ کے راجہ داہر کا بیٹا جے سیہ اسلام لے آیا اور بعض دوسرے راجے بھی مسلمان ہو گئے۔

علامہ احمد بن یحییٰ البلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ماوراء النہر یعنی دریائے جیحون کے پار طخارستان سُغد اور خوارزم کے بادشاہوں کو بھی دعوتِ اسلام دی اور ان میں سے بعض حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور اس طرح سمرقند و بخارا میں پہلی بار اسلام کا پیغام پہنچا۔ شمالی افریقہ میں بربر قوم آباد تھی آپ نے اپنے گورنر اسمٰعیل بن عبد اللہ المہاجر کے ذریعہ اس کے نام تبلیغی خطوط لکھے جس کا یہ اثر ہوا کہ یہ قوم اس کثرت سے اسلام قبول کرنے لگی کہ بقول علامہ بلاذری اسلام مغرب پر چھا گیا۔

جب اسلام کے چرچے عام ہوئے تو دُور دراز کے لوگ خود بخود دربارِ خلافت میں حاضر ہونے لگے کہ ان کے یہاں مبلغینِ اسلام روانہ کئے جائیں جس پر آپ نے تبت کی طرف حضرت سلیط بن عبد اللہ الحنفیؒ اور ماوراء النہر کے ممالک میں حضرت عبد اللہ بن معمر الیشکریؒ کو بھجوایا۔ آپ نے تمام گورنروں کو بھی ہدایت فرمائی کہ ذمی رعایا کو اسلام کی تبلیغ کریں۔ اس ہدایت کے نتائج نہایت حوصلہ افزا برآمد ہوئے چنانچہ خراسان کے حاکم حضرت جراح بن عبد اللہ الحکمیؒ کے ہاتھ پر چار ہزار ذمی اسلام لائے۔ اسی طرح دوسرے ممالک میں بھی ذمیوں نے بکثرت اسلام قبول کیا۔

عہدِ خلافت کا تیسرا کارنامہ

تیسرا عظیم الشان کارنامہ جو حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے وجودِ مقدس سے ظاہر ہوا اور جو اپنی ذات میں متعدد تجدیدی کارناموں کا مجموعہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے ہاتھوں خلیفہ راشد کی حیثیت سے دین کو غیر معمولی تمکنت اور سطوت نصیب ہوئی۔

آپ کے عنانِ خلافت سنبھالنے سے قبل دَورِ جاہلیت کی عادات و اطوار اور عصبیتیں دوبارہ ایک ایک کر کے اُبھر آئی تھیں اور اسلامی اخلاق و شمائل غارت ہو چکے تھے۔ یہی نہیں عہدِ نبوی اور خلافتِ راشدہ کے بابرکت نظام نے ماضی میں مسابقت کا جو بے پناہ اور قابلِ قدر جذبہ پیدا کر دیا تھا اب وہ ترقیٔ معکوس کی صورت میں اپنا رُخ "الخیرات" کی بجائے "السیّئات" کی طرف پلٹ چکا تھا۔ اس بگڑی ہوئی اجتماعی ذہنیت کا اندازہ اُس نہایت دلچسپ مگر ازحد عبرت انگیز واقعہ سے بخوبی لگ سکتا ہے جو ابو الفرج اصفہانی نے اغانی میں لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ عرصہ سے عہدِ اموی کے دو عرب سرداروں یعنی حوشب اور عکرمہ کے درمیان

زیادہ کھانا تیار کر کے مہمانوں کو کھلانے کا گویا "میچ" جاری تھا۔ اس مقابلہ میں حوشب کا پلڑا اکثر بھاری رہتا مگر ایک عرصہ کی کشمکش کے بعد عکرمہ نے اپنے حریف کو زک پہنچانے کے لئے یہ تدبیر کی کہ صدہا بوریاں آٹے کی خرید لیں اور اپنے قبیلہ میں تقسیم کر دیں کہ آٹا گوندھ لیا جائے۔ یہ گندھا ہوا آٹا اس نے ایک بڑے گڑھے میں بھر دیا اور ایسا انتظام کیا کہ حوشب کا گھوڑا اس گڑھے میں گر جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ گھوڑا دھڑام سے گندھے ہوئے آٹے کی خندق میں گر کر لت پت ہو گیا اور پورے علاقہ میں دھوم مچ گئی کہ عکرمہ کے یہاں اتنی کثیر مقدار میں آٹا گندھتا ہے کہ گھوڑے بھی اس میں گر جایا کرتے ہیں۔ لوگ اس عجیب و غریب تماشہ سے محظوظ ہونے کے لئے جمع ہو گئے۔ دیکھا تو سر اور گردن کے سوا گھوڑے کا سارا جسم آٹے میں ڈوبا ہوا ہے۔ رسیوں اور بلیوں سے بمشکل اسے باہر نکالا گیا۔ اس واقعہ کا ملک میں عام چرچا ہوا تو شاعروں نے اشعار کہے۔ اس طرح عکرمہ نے اپنے حریف کے مقابلہ میں نمایاں فتح حاصل کی اور قوم کے سخنوروں اور دانشوروں پر اپنی "فوقیت و سیادت" کا سکہ بٹھا دیا۔

افسوس! اس زمانے میں گانے بجانے اور موسیقی کا شوق بھی جنون کی حد تک پہنچ چکا تھا اور جیسا کہ مصری ادیب احمد حسن الزیات نے تاریخ ادب عربی میں لکھا ہے بنو امیہ کے زمانہ میں ملک کے تمام مشہور گویے مراکزِ اسلام یعنی مکہ اور مدینہ میں جمع ہو گئے تھے۔ ایک دفعہ عراق سے حنین نامی مشہور مغنی اپنے ہم پیشہ لوگوں کی دعوت پر مدینہ منورہ آیا اور ایک مکان میں اس نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ تماشائیوں کا اس قدر ہجوم اُمڈ آیا کہ چھت بیٹھ گئی اور خود حنین دب کر مر گیا۔

بہرکیف یہ تھا وہ رُوح فرسا ماحول جسے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے زمانہ خلافت سے قبل پایا مگر اس میں قدم رکھنے کے بعد آپ نے آستانۂ الوہیت پر بہہ پڑنے والی رُوح، عشقِ رسول عربی میں گداز دل، خشیتِ الٰہی سے گریہ و بکا کرنے والی آنکھ، تواضع اور زہد و تقشف کی صوفیانہ خلعت سے ملبوس جسم، عدل و انصاف کرنے والے بازوؤں اور ذکرِ خدا سے لبریز زبان سے یہ آتشیں فضا باغ و بہار بنا دی اور وہ صحیح اسلامی حکومت جو خلافتِ راشدہ کے بعد محض قصۂ پارینہ بن چکی تھی پھر سے نمودار ہو گئی اور ملتِ اسلامیہ کا شکستہ حال قافلہ ذرا تازہ دم ہو گیا۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے از سرِ نو پورے ملکی نظام کی اساس **قرآن مجید اور سُنّتِ رسول اللہ** پر رکھی اور قرآن و سنّت کے خلاف سب احکام و قوانین موقوف کر دیئے مگر یہ ظاہر ہے کہ کوئی اسلامی قانون خطۂ ارض پر عملاً جاری نہیں ہو سکتا جب تک کہ افراد ذاتی احکام پر عمل نہ کریں۔ اگر قانون کو کامیاب بنانے والی انفرادی رُوح ہی موجود نہ ہو تو فقط قانون کیا کر سکتا ہے؟ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو جناب الٰہی کی طرف سے چونکہ انقلابِ اسلامی کے اس

روحانی فلسفہ پر بصیرت حاصل تھی اسلئے آپ نے اپنی مملکت کا بنیادی ستون تعلیم و تربیت کو بنایا اور اسلامی عقائد و اعمال کے تحفظ و بقاء کو اپنی ہمہ گیر جد وجہد کا بنیادی نقطہ قرار دیا جس کے نتیجہ میں دین سے محبت و شیفتگی کی ایک عام لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ دورِ قدیم کے وسیع النظر تاریخ دان علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری نے تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ ولید بن عبد الملک تعمیرات کے بہت شائق تھے۔ لوگ اُن کے زمانے میں عمارتوں کا حال پوچھتے تھے۔ سلیمان بن عبد الملک بکثرت نکاح کرنے والے بادشاہ تھے اسلئے ان کی رعایا میں بھی ان کے مزاج کی طرح شادیوں کا ہی چرچا رہتا تھا۔ لیکن حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں لوگ ملاقات کے دوران ایک دوسرے سے یہ پوچھتے تھے کہ بوقتِ شب تم کون سا وظیفہ پڑھتے ہو؟ تم نے کتنا قرآن مجید حفظ کیا ہے؟ تم قرآن مجید کب ختم کرو گے؟ اور ہر ماہ کتنے روزے رکھتے ہو؟

عوام کو دینی رُوح سے سرشار کرنے کا سب سے بڑا محرک اگرچہ خدا کے فضل سے خود آپ کا مقدس وجود تھا جس سے رُوحانیت کے سوتے پھوٹتے تھے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے مقرر شدہ متدین عُمال اور اسلامی علوم کے ماہر اساتذہ گویا کوثر و تسنیم کی دو نہریں تھیں جن کے ذریعہ سے مخلوقِ خدا اس چشمۂ فیض سے سیراب ہوتی تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے شعائرِ اسلامی کے پابند عُمال مقرر فرمائے جو ملکی انتظام کرنے کے ساتھ ساتھ ایک طرف مسلمانوں کو صحیح اسلامی رنگ میں رنگین کرتے اور دوسری طرف غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی مہم جاری کرتے تھے۔ اس طرح علماء کو حکم دیا کہ وہ مسجدوں کو اپنا مرکز بنا کر ملک میں اسلامی علوم کی اشاعت کریں۔ اس فرمان کے مطابق جن علماء نے اپنی زندگیاں خدمتِ دین کے لئے وقف کر دیں ان کے لئے آپ نے باقاعدہ تنخواہ مقرر کر دی چنانچہ حمص کے گورنر کو لکھا کہ:۔

"اُنْظُرْ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
نَصَبُوْا اَنْفُسَهُمْ لِلْفِقْهِ
وَحَبَسُوْهَا فِي الْمَسْجِدِ
مِنْ طَلَبِ الدُّنْيَا فَاَعْطِ كُلَّ
رَجُلٍ مِّنْهُمْ مِائَةَ دِيْنَارٍ
يَسْتَعِيْنُوْنَ بِهَا عَلٰى مَا هُمْ
عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ"

یعنی جن لوگوں نے اپنے تئیں اشاعتِ فقہ کے لئے وقف کر رکھا ہے ان میں سے ہر ایک کو بیت المال سے سَو دینار دیں تا وہ لوگ اس رقم سے اپنی ضرورت پُوری کر سکیں۔

آپ نے دُور افتادہ ممالک کے باشندوں کی تعلیم کے لئے مرکز سے متعدد علماء روانہ فرمائے۔ چنانچہ حضرت نافع کو مصر کے لئے اور قاری جعثل بن عاہان کو اہلِ مغرب کے لئے نامزد کیا۔ یزید بن ابی مالک الدمشقی اور حارث بن محمد الاشعری بدوؤں میں تعلیم کے لئے متعین کئے گئے اور ان کو معقول گزارہ دیا گیا۔ یہ فیاضی صرف معلمین کے لئے مخصوص نہ تھی بلکہ

آپ نے طلباء کی امداد و اعانت کے لئے بھی معقول وظائف مقرر فرمائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسلامی تعلیم کی عام طور پر اشاعت کرنے کے علاوہ تمام ممالک محروسہ میں واعظ بھی بھجوائے مثلاً ابو کثیر اموی سکندریہ کے واعظ و مربی تھے۔

آپؒ نے منصب افتاء کے لئے جن لوگوں پر نظرِ انتخاب ڈالی وہ یکتائے روزگار اور فرید الدہر تھے۔ مثلاً آپ نے یزید بن ابی حبیب کو مفتیٔ مصر کی حیثیت سے نامزد فرمایا۔ آپ اُن تین بزرگوں میں سے ایک تھے جنہوں نے علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے اہلِ مصر کو فقہ و حدیث سے متعارف کرایا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے صرف اسلامی نظام ہی قائم نہیں کیا بلکہ صحیح اسلامی معاشرہ کی داغ بیل ڈالنے کے لئے وسیع پیمانہ پر اصلاحات بھی جاری فرمائیں۔ مثلاً اُموی خاندان نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد رعایا کے جن اموال اور جاگیروں پر ظالمانہ طور پر قبضہ کر رکھا تھا آپ نے وہ سب جاگیریں اوّلین فرصت میں اُن کے حقداروں کو واپس دلائیں اور بنو اُمیہ کی برہمی اور شدید ردِ عمل کے باوجود آخر دم تک ڈٹے رہے۔ آپ نے غصب شدہ اموال کی واپسی کے ساتھ ہی دوسرا اہم قدم یہ اُٹھایا کہ ظالم و سفاک سرکاری کارندوں کو معزول کر کے ان کی بجائے پارسا، خدا ترس اور دینی شغف رکھنے والے لوگوں کو حکومت کے ذمہ دار عہدے سپرد کئے۔ گزشتہ اُموی حکمرانوں نے خطبہ جمعہ میں امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے خلاف بعض ناشائستہ اور مکروہ الفاظ شامل کر رکھے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ شرمناک بدعت ختم کرا دی اور اس کی بجائے قرآن مجید کی آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ داخلِ خطبہ فرمائی۔ آپ کی یہ پیاری سُنّت آج تک اُمتِ مُسلمہ میں جاری ہے۔

اُس زمانہ میں جیل خانوں کی حالت سخت ابتر ہو چکی تھی اور قیدیوں سے انسانیت سوز اور شرمناک سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس مظلوم طبقہ کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ اس سلسلہ میں آپ نے جو مفصّل ہدایات جاری فرمائیں وہ حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیمؒ کی کتاب "الخراج" صفحہ ۱۴۹--۱۸۰ میں لفظاً لفظاً موجود ہیں اور تہذیب و مساوات کی دعویدار موجودہ دُنیا کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ذمّی اسلامی مملکت کا ہمیشہ قابلِ احترام جزو تصوّر کئے جاتے رہے ہیں اور تاریخ اسلام اُن سے حُسنِ سلوک، رواداری اور مروّت کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان مقدّس اسلامی روایات کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ ان میں اپنے حسنِ عمل سے اضافہ کیا۔ چنانچہ آپ نے ذمیوں کو ان کے پامال شدہ حقوق واپس دلائے اور جزیہ کی تخفیف اور وصولی میں ان کے ساتھ نہایت

رحمی، ملاطفت اور محبت و الفت کا برتاؤ کیا۔ اور جیسا کہ اسلامی تعلیم ہے آپ نے شہریت کے عام حقوق کے اعتبار سے ایک ذمّی اور مسلمان کے درمیان کوئی ترجیحی اور امتیازی سلوک کبھی گوارا نہیں فرمایا۔

قبل ازیں دَورِ اُموی میں اسلامی ملکوں کی رعایا نامناسب اور ناروا بھاری ٹیکسوں کے نیچے دبی ہوئی تھی اور معاشی تباہ حالی کا دَور دَورہ تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے تختِ خلافت پر رونق افروز ہونے کے بعد سب غیر اسلامی ٹیکس منسوخ کر کے زکوٰۃ، عُشر اور صدقات کی وصولی کا ایسا عمدہ انتظام فرمایا کہ بیت المال کی آمد میں غیر معمولی برکت پیدا ہو گئی جو آپ نے اسلامی ممالک کی ترقی و بہبود کے لئے صرف کی اور مسلمان ملکوں کے باشندے پہلے کی نسبت بہت خوشحال ہو گئے۔

خلاصہ خلاصہ یہ کہ سیدنا حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے مبارک عہدِ خلافت میں وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ کی ایک جھلک دوبارہ آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو ایک بار عالمِ رؤیا میں حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدّیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں حضورؐ کے دائیں بائیں رونق افروز ہیں۔ آنحضورؐ نے حضرت شیخینؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اِن دونوں کے طریق پر عمل کرنا۔ اور حق یہ ہے کہ سیدنا حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا دَورِ خلافت یقیناً اس مبشر خواب کی ہوبہو واقعاتی تعبیر تھا۔ جس کا مطالعہ کرنے کے بعد سچ مچ یوں محسوس ہوتا ہے کہ زمانہ یوں صدی پیچھے لوٹ گیا ہے، اور حضرت ابوبکرؓ صدّیق اور حضرت عمرؓ فاروق خلافت کر رہے ہیں۔ ؎

دوبارہ کردیئے حق نے ابوبکر و عمر پیدا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى خُلَفَاءِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؞

کفر کی دو قسمیں!

(مودودی صاحب کے نزدیک)

ابو الاعلیٰ مودودی صاحب "رسائل و مسائل" میں لکھتے ہیں:۔

"میں نے یہ بتایا تھا کہ کفر کی دو قسمیں ہیں! ایک کفر باعتبارِ حقیقت جس کی بناء پر آدمی عند اللہ مومن نہیں رہتا۔ دوسرا کفر باعتبارِ ظاہر جس کی بناء پر ایک آدمی کو خارج از ملت قرار دے کر اسلامی سوسائٹی سے کاٹ پھینکنا جائز ہے۔"

(رسائل و مسائل حصہ دوم صفحہ ۵۰ ایڈیشن چہارم)

(مرسلہ عزیز الرحمان منگلا مربی سلسلہ سرگودھا)

امریکہ کے سیاہ فام مسلمانوں کی تحریک پر ایک نظر

(از محترم ڈاکٹر قاضی محمد برکت اللہ صاحب پروفیسر آف ایجوکیشن جیکسن سٹیٹ کالج (امریکہ)

پس منظر اس تحریک کی بنیاد ۱۹۳۰ء کے قریب امریکہ میں پڑی۔ اس کی وجہ نسلی امتیاز و تفاوت ہے سترھویں صدی عیسوی کے شروع میں انگریزوں نے مغربی افریقہ کے ساحل سے کچھ افریقی باشندے زنجیروں میں جکڑے اور امریکہ میں بطور غلام لے آئے۔ یہ غلام افریقہ کے مختلف جغرافیائی حصوں سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف تھے، اور ایک دوسرے سے بات چیت نہیں کرسکتے تھے، امریکہ آنے سے ان کی زبان انگریزی ہوگئی۔ افریقہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے انہیں نیگرو کہا جاتا رہا۔ اور رنگ میں کالے ہونے کی وجہ سے "بلیک" بھی کہلاتے۔ بعض اوقات نیگرو کو چڑانے کے لئے ان کے آقا انہیں "نیگر" کہتے۔ اس لئے بعض امریکی نیگرو، نیگرو کی بجائے "بلیک" کہلانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ بعض اپنے آپکو "کلرڈ" (رنگ دار) کہلانے پر راضی ہیں۔ اور آجکل ایک نئی اصطلاح "ایفرو امریکن" رائج ہو رہی ہے۔ چونکہ امریکہ کی بیشتر آبادی یورپین ممالک سے آئے ہوئے لوگوں پر مشتمل ہے اس لئے ان کے لئے "وائٹ مین" یا سفید آدمی کی اصطلاح رائج ہے نیگروز چونکہ اپنے آپ کو اب فخر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس لئے "وائٹ" کے مقابلے میں "بلیک" کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ چونکہ وائٹ مین زیادہ تر عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے بلیک مین کے لئے مذہب ان کے لئے قبول یا بدھ ازم ہوسکتا تھا یا یہودیت یا پھر اسلام۔ چونکہ بیسویں صدی کے شروع میں امریکی حکومت کے مقابلے پر بدھ مت یا یہودیت کی کوئی مضبوط حکومت قائم نہیں تھی لیکن بہت سی مسلم حکومتیں قائم تھیں اسلئے بلیک مین کو بھائی چارے کے لئے مسلم حکومتوں سے توقع ہوسکتی تھی۔ چونکہ وائٹ مین نے سالہا سال سے بلیک مین کو برائے نام آزاد کرنے کے باوجود غلام بنا رکھا تھا اسلئے بلیک مین کو اسی ملک کے اندر اپنے لئے ایک یا کئی نئی ریاستیں قائم کرنے کی ضرورت ہے جو کالے لوگوں کی فلاح و بہبود کی دیکھ بھال کرسکے اور اس ریاست کے لوگ عیسائی ہونے کی بجائے مسلم ہوں گے اور ان کی زبان انگریزی کی بجائے عربی ہوگی اس لئے بلیک مین کے لئے لازم ہے کہ وہ بلیک مسلم بن جائے۔

اس طرح تحریک بلیک مسلم کے پیروکار خدائی

تائید کی بجائے سیاسی نوعیت سے اپنے آپکو اسلام سے ہمنوا کر کے مسلم کہلاتے ہیں۔ چونکہ ان کے سب ممبر کالے ہیں اس لئے بلیک مسلم کے طور پر یاد کئے جاتے ہیں۔ ان کے اپنے عقائد ہیں۔ جہاں یہ اسلام کے بنیادی عقائد کا ذکر کرتے ہیں وہاں اپنی توجیہہ اور تشریح کو فوقیت دیتے ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد امریکہ کے اندر ایک نئی "بلیک سٹیٹ" قائم کرنا ہے اور اسلام کے نام کو محض استعمال کرتے ہیں۔ جہاں یہ لوگ امریکی سفید لوگوں کو "وائٹ کرسچین" تضحیک سے پکارتے ہیں وہاں اپنے لئے بلیک مسلم کہلانا فخر محسوس کرتے ہیں۔

بانی تحریک ۱۹۲۹ء کے آخر یا ۱۹۳۰ء کے شروع کی بات ہے کہ امریکہ اقتصادی بحران کا شکار ہوا۔ جنوب میں رہنے والے بہت سے نیگروز بیکار ہو گئے اور انہوں نے کام کی تلاش میں شمال کا رُخ کیا۔ لیکن وہاں بھی کام ناپید ہونے کی وجہ سے کالے آدمیوں کو جواب مل جاتا۔ اور اگر تھوڑا بہت کام ہوتا تو اس کے لئے سفید آدمی کو ترجیح دی جاتی۔ اس لئے نیگروز میں عام طور پر بے چینی، بے اطمینانی اور اضطراب کا دَور دورہ تھا۔

اسی زمانے میں مشی گن ریاست کے شہر "ڈی ٹرائیٹ" میں ایک پھیری لگانے والا آیا جو گھر گھر جا کر چیزیں بیچا کرتا تھا۔ عام طور پر اس کے گاہک نیگروز تھے جو سستے داموں اس پھیری والے سے اشیاء خریدتے۔ یہ پھیری والا ان گھروں میں بہت مقبول ہو گیا اور عام طور پر ایسے گھروں میں داخل ہونے اور بات چیت کرنے کا موقعہ مل جاتا۔ نیگروز کی اقتصادی بدحالی سے بہتر کوئی موضوع نہ ہو سکتا تھا اور اس اقتصادی بدحالی کی ذمہ داری تمام تر سفید آدمی کے سر پر تھوپنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور سفید آدمی کو کسی طریقے سے نیچا دکھانے کی ترکیب کو سُننا اور اس پر غور کرنا نیگروز کا مرغوب مشغلہ بن گیا۔

گھر گھر جا کر چیزیں بیچنے والے صاحب کا نام فراد یا فرّاد تھا۔ بعض مواقع پر یہ صاحب اپنے آپ کو ڈبلیو۔ ڈی۔ فراد کہتے تھے۔ بعض اوقات یہ صاحب مسٹر فرّاد محمد کے نام سے یاد کئے جاتے تھے کبھی کبھی مسٹر ایف۔ ایم۔ علی، پروفیسر فورڈ، اور مسٹر ولی فراد کہلاتے یا محض فراد بھی کہلاتے۔ ایک صاحب نے انہیں یہ کہتے سُنا:۔

"میرا نام ڈبلیو۔ ڈی۔ فراد ہے میں مکہ کے مقدس شہر سے آیا ہوں۔ اس سے زیادہ اپنے بارے میں تمہیں اور کچھ نہیں بتاؤں گا۔ چونکہ ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ میں تمہارا بھائی ہوں۔ ابھی تم نے مجھے شاہی خلعت میں نہیں دیکھا۔"

فرد، فراد یا فرّاد صاحب کے بارے میں کئی اور روائتیں ہیں:۔

ایک یہ کہ فراد جمیکا کا نیگرو تھا۔ جس کا باپ شامی تھا۔ ایک روایت بتلاتی ہے کہ یہ فلسطینی عرب تھا جس نے ہندوستان، جنوبی افریقہ اور لنڈن میں نسلی فساد برپا کرنے میں حصہ لیا۔ تب امریکہ کے شہر

ڈی ٹرائٹ میں آگیا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ قریش کے ایک متمول خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی تعلیم لنڈن یونیورسٹی میں ہوئی تا کہ حجاز کی طرف سے کسی سفارتی رتبے پر مامور ہو۔ لیکن اس نے ترجیح دی کہ کالے آدمی کو شمالی امریکہ کے بیابان میں آزادی، انصاف اور مساوات سے ہمکنار کرے جو کہ غار میں رہنے والے آدمی کے ہاتھوں ستم رسیدہ ہے۔

ڈی ٹرائٹ کی پولیس کو فراد نے بیان دیا کہ وہ اس کائنات عالم کا نگرانِ اعلیٰ ہے۔ شکاگو کے ایک اخبار نے اس کے بارے میں تحقیق کر کے لکھا کہ وہ ترکی میں پیدا ہونے والا نازی ایجنٹ تھا جس نے دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر کے لئے کام کیا۔

فراد نے غیر تعلیم یافتہ اور معمولی لکھے پڑھے نیگروز کو یہ پیغام دیا کہ وہ کالے آدمی کو نیلی آنکھوں والے شیطان' سفید آدمی' سے نجات دلائے گا۔ اور وہ وقت جلد آنے والا ہے جبکہ سفید آدمی کا راج اُلٹ دیا جائے گا اور کالے آدمی کی حکومت کا دور دورہ ہو گا۔ اس تبدیلی کو پیدا کرنے کے لئے اس نے مذہب اسلام کے نام کو استعمال کیا اور نیگروز کو اس تحریک میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ پریشان و مفلوک الحال نیگروز نے "مسلم" ہونا شروع کیا۔ ڈی ٹرائٹ شہر میں ایک عبادت خانہ قائم کیا گیا جسے مسجد کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اب یہ تحریک مضبوط ہوتی گئی۔ چونکہ مستقل طور پر ایک مرکز قائم ہو چکا تھا اور اجلاس باقاعدگی سے ہو سکتے تھے اور سفید آدمی سے تنفّر اور حقارت سے متعلق موضوعات سننے کا عام نیگروز میں اشتیاق پیدا ہوتا گیا۔

فراد نے مندرجہ ذیل لٹریچر سے استفادہ کیا۔

۱۔ جوزف' ایف۔ جج روتھرفورڈ کی تحریریں۔
۲۔ وان۔ لون کی 'سٹوری آف مین کائنڈ'
۳۔ بریسٹڈ کی 'کان کواسٹ آف سویلائیزیشن'
۴۔ مقدس قرآن۔
۵۔ بائیبل۔
۶۔ 'فری میسنزی' کی بعض تحریریں۔

علاوہ ازیں اس نے عام تحریک کی کہ اس کے ماننے والے ریڈیو خریدیں تا کہ وہ روتھرفورڈ اور فرینک نارس کی تقریریں سُن سکیں۔

فراد نے اپنے ماننے والوں کے لئے دو بنیادی مذہبی تحریریں چھوڑیں :-

ے۱ نیشن آف اسلام کے مقدس ارکان۔
ے۲ 'گمشدہ' تلاش کردہ 'نیشن آف اسلام کے لئے بطریقہ ریاضی تعلیم!

یہ کتابیں ایک طرح نا پید ہیں۔ ہر شخص کو یہ کتابیں نہیں مل سکتیں۔ ان کتابوں کے حاصل کرنے اور پڑھنے کے لئے ایک خاص معیار کی ضرورت ہے۔ عام طور پر اس معیار تک کالے مسلمانوں کا پہنچنا مشکل ہے اس لئے ان کتابوں کا مشاہدہ و مطالعہ ان کے لئے ناممکن ہے۔

چار سال کے اندر ڈی ٹرائٹ میں مسجد کی بنیاد کے بعد جسے بعد میں مسجد نمبر ۱ کے نام سے موسوم کیا گیا فراد نے 'یونیورسٹی آف اسلام' قائم کی جس کا مقصد پرائمری اور ہائی سکول تک تعلیم دینا تھا۔ نصاب میں ہاریتھ اور اسٹرانومی

شامل تھے۔

لڑکیوں کے لئے "مسلم گرلز ٹریننگ کلاس" قائم کی تاکہ انہیں اچھی بیویاں اور مائیں بننا سکھایا جائے منکرین اور پولیس سے نپٹنے کے لئے ملٹری رنگ کی "فروٹ آف اسلام" تنظیم قائم کی جس کے دو حصے تھے۔ جن کے لیڈر کیپٹن کہلاتے۔ اور انہیں جودو (جاپانی فنِ لڑائی) اور اسلحہ کے استعمال کا طریق سکھایا جاتا۔

فراد کو ایک مسلم بھائی کو قربانی کے طور پر قتل کرنے کے سلسلے میں ڈی ٹرائٹ پولیس نے ۱۹۳۲ء میں قید کر لیا۔ ۲۶ مئی ۱۹۳۳ء کو اسے ڈی ٹرائٹ سے نکل جانے کا حکم مل گیا۔ تب فراد شکاگو آ گیا۔ اسی سال اُسے پھر وہاں قید کر لیا گیا۔ رہائی کے بعد فراد کو عوام الناس میں بہت کم دیکھا گیا اور ۱۹۳۴ء میں وہ ایسا غائب ہو گیا کہ سٹیٹ اور فیڈرل تنظیمیں اس کے غائب ہونے کی گتھی کو سلجھانے سے قاصر رہی ہیں۔

اس رپورٹ کی تصدیق نہیں ہو سکی کہ اسے یورپ جانے والے ایک بحری جہاز پر دیکھا گیا۔ ان رپورٹوں کی بھی کوئی تائید نہیں ہو سکی کہ ڈی ٹرائٹ پولیس نے اس کے ساتھ کوئی ناروا سلوک کیا یا اس کے منکرین نے اس کے ساتھ کوئی نامناسب سلوک کیا۔ اور ایک دُور کا اشارہ کہ اس کے جانشین نے کسی طریقے سے اس کے ساتھ کوئی کارروائی کی، اس کی بھی کوئی شہادت نہیں مل سکی۔ اور اس روایت کی بھی کوئی تصدیق نہیں ہو سکی کہ تحریک کے لئے اس نے اپنی جان کی قربانی دیدی۔

بہرحال اس کے ماننے والے اپنے اس نجات دہندہ کا یومِ پیدائش ۲۶ر فروری کو ہر سال مناتے ہیں۔

اس طرح بانیٔ تحریک ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۴ء زیادہ سے زیادہ چار سال تک اس تحریک کو قائم کرنے اور منظم کرنے میں کامیاب ہُوا۔ اس بارے میں قطعی کوئی رائے نہیں کہ وہ کس علاقے سے تعلق رکھتا تھا اور اس بارے میں بھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہُوا کہ اس کا انجام کیا ہُوا۔

ایلائیجا محمدؔ | آجکل اس تحریک کے نگران اور روحِ رواں ایلائیجا محمد ہیں۔ اصل نام ایلائیجا پول تھا لیکن مسلم ہونے کے بعد بانیٔ تحریک فراد نے اسے ایلائیجا محمد کے نام سے موسوم کیا۔ عام طور پر یہ صاحب محمد، مسٹر محمد، آنریبل محمد کے نام سے بھی یاد کئے جاتے ہیں۔ ان کے نام پر ایک کثیر الاشاعت ہفتہ وار اخبار "محمد سپیکس" (Mohammad Speaks) ہے۔ بلیک مسلم کی تحریرات میں بار بار محمد کا ذکر آتا ہے جو سند کے طور پر پیش ہوتا ہے۔ ان تحریرات میں محمد سے مراد ایلائیجا محمد ہے نہ کہ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایلائیجا صاحب ۷ر اکتوبر ۱۸۹۷ء کو سینڈرسول جارجیا میں پیدا ہوئے۔ تیرہ بہن بھائی کے کنبے سے تعلق رکھتے تھے۔ ماں باپ دونوں غلام رہ چکے تھے۔ چوتھی جماعت پاس کرنے کے بعد، جبکہ اس کی عمر ۱۶ سال تھی، گھر سے نکل آیا۔ ۱۹۲۳ء میں وہ اس کی بیوی اور دو بچے ڈی ٹرائٹ شہر ریاست مشی گن میں آ گئے۔ فیکٹریوں میں اِدھر اُدھر کام کیا اور اقتصادی بدحالی

کا شکار رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۹ء۔ ۱۹۳۰ء میں سارے ملک میں اقتصادی بے اطمینانی پھیل گئی۔ اتفاق سے اسے فراد کے ایک اجلاس میں شامل ہونے کا موقعہ مل گیا۔ اس جگہ سفید آدمی سے متعلق نفرت و حقارت کی باتیں سن کر ایلا ئیجا نے بیان کیا کہ اس میں ایک نئی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ فراد نے اسے ڈی ٹرائٹ کی متعفن بدرو سے نکال کر اسلام سے آشنا کیا۔

اس وقت کے بعد ایلا ئیجا اور فراد دونوں دوست بن گئے۔ ایلا ئیجا نے فراد کی ہر قسم کی اعانت کی۔ "پائم" اخبار کے چھاپنے میں مدد دی۔ فراد صاحب کا جب بھی منکرین اور پولیس سے سامنا ہوا تو ایلا ئیجا نے ہر ممکن ساتھ دیا۔ فراد کے جیل جانے کی صورت میں ایلا ئیجا اس کا پیغام رساں بن گیا۔ جب ڈی ٹرائٹ میں مسجد بن گئی تو ایلا ئیجا اس کا پہلا "چیف منسٹر آف اسلام" بنایا گیا۔ (منسٹر کا لفظ امریکہ میں بطور واعظ، مبلغ، مشنری اور پادری استعمال ہوتا ہے۔)

۱۹۳۲ء میں جبکہ تین سال کے قریب اسے تحریک میں شامل ہوئے ہو گئے تھے، ایلا ئیجا ڈی ٹرائٹ سے شکاگو چلا گیا اور وہاں مسجد قائم کی جسے مسجد نمبر ۲ کا نام دیا گیا۔ فراد کے عوام الناس کی نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد ایلا ئیجا نمایاں طور پر تحریک کا لیڈر بن گیا۔ بہت سے نیگروز جو تحریک کو چھوڑ چکے تھے انہیں واپس لانے کا باعث ہوا لیکن ڈی ٹرائٹ میں چونکہ اس کی زیادہ نہیں بن سکی اس لئے شکاگو میں آ کر اس نے ہیڈ کوارٹر قائم کر لیا۔ بہت سی مسجدیں بنائیں جنہیں ترتیب سے مسجد نمبر ۳، مسجد نمبر ۴ وغیرہ کا نام دیا۔ اس وقت تک سارے امریکہ میں کم سے کم ۴۷ مسجدیں ہیں۔ ان مسجدوں کے باقاعدہ مسجد کی صورت میں لانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ جہاں کرایہ کے مکان میں یا ویسے ہی کسی کمرہ میں لوگ جمع ہو سکتے ہیں مسجد کا نام دے لیتے ہیں اور اسے "محمدؐ کی مسجد" سے بھی یاد کرتے ہیں۔ محمد سے مراد ایلا ئیجا محمد ہے۔

۱۹۳۴ء میں ایلا ئیجا نے چونکہ اپنے بچوں کو "یونیورسٹی آف اسلام" سے نکال کر کسی منظور شدہ سکول میں بھیجنے سے انکار کر دیا اس لئے بچوں کو بے راہ روی کی حمایت کرنے کے الزام میں قید کر لیا گیا اور بعد میں ۶ مہینے تک اس کی نگرانی ہوتی رہی۔ پہلی قید کے ۸ سال بعد ایلا ئیجا ملکی فوجی بھرتی کے طریق کار سے اختلاف رکھنے کی وجہ سے پھر قید ہو گیا۔ اور چار سال تک فیڈرل جیل میں رہا۔ یہ بھی اس پر الزام تھا کہ اس نے نیگروز کو عام ترغیب دی ہے کہ دوسری جنگ عظیم میں ان کا مفاد امریکہ کی شکست اور جاپان کی فتح میں ہے کیونکہ جاپانی بھی نیگروز کی طرح "نیلی آنکھوں والے شیطان" سفید آدمی کا شکار ہوئے تھے۔

بہرحال قید کے عرصے میں بھی ایلا ئیجا اس تحریک کی نگرانی کرتا رہا اور رہائی کے بعد یہ تحریک اور بڑھنے لگی۔

ایلا ئیجا محمد کو حج کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کا بھی موقع ملا اور کہا جاتا ہے کہ مفتی مصر شلتوت نے اس کی پیشانی پر بوسہ بھی دیا۔

تحریک کا انکشاف

اگرچہ اس تحریک کی بنیاد ۱۹۳۰ء میں پڑی لیکن خفیہ

طور پر پہنچتی رہی اور ایک واقعہ اس تحریک کو برسرِعام لانے کا باعث ہوا۔

۱۴ اپریل ۱۹۵۸ء کی ایک رات جبکہ اندھیرا کافی چھا گیا تھا دو نیگرو نیویارک کے علاقہ ہارلم میں لڑ پڑے۔ ہارلم نیگروز سے کھچا کھچ بھرا پڑا تھا اور یہ واقعہ پولیس کے لئے کوئی نیا بھی نہیں تھا۔ کیونکہ انہیں ایسے ہی واقعات سے بیشتر بار نپٹنا پڑتا۔ بہرحال ڈیوٹی آفیسر نے فوراً ڈیوٹی پر سپاہیوں کو متنبہ کیا اور کئی کاریں جائے حادثہ کی طرف دوڑ پڑیں۔ پولیس مین کاروں سے اُترے اور بھاری مجمع کو چیرتے ہوئے اس جگہ جا پہنچے جہاں واقعہ رونما ہوا تھا۔

اصل واقعہ کا علم نہیں، بہرحال کہا جاتا ہے کہ پولیس استفسار کرتے کرتے ایک شخص جانسن ہنٹن کے پاس رُک گئی۔ مسٹر ہنٹن کا کہنا تھا کہ وہ حاضرین میں سے ایک تھا اور لڑائی سے اُسے کوئی سروکار نہ تھا۔ لیکن پولیس کے ساتھ اس کی تلخ کلامی شروع ہوئی اور ایک پولیس مین نے اُسے دھکا دیکر زمین پر گرا دیا۔ اس کا سر پھٹ گیا۔ پولیس ایمبولنس آئی اور اسے اس میں ڈال کر پولیس سٹیشن لے گئے۔

پولیس نے اپنے طور پر ایک نیگرو فسادی کو پکڑ لیا لیکن اگلے ہی لمحے یہ اطلاع بجلی کی سی سرعت سے گشت کر گئی کہ پولیس نے ایک بلیک مسلم پر دست درازی کی ہے۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں ۵۰۰ کے قریب غصے سے بھر پور بلیک مسلمانوں نے اس پولیس سٹیشن کو گھیرے میں لے لیا جہاں مسٹر ہنٹن کو پہنچایا گیا تھا۔

پولیس سٹیشن کے کیپٹن مکگون کے لئے یہ بات بڑی اچنبھے کی بات تھی اور اس نے محسوس کیا کہ نسلی فساد برپا ہونے والا ہے۔ چنانچہ اس نے علاقہ کے ذمہ دار نیگروز کو ٹیلیفون کیا کہ وہ فوراً پہنچیں اور اس معاملہ کو رفع دفع کرنے میں امداد دیں۔

سب سے پہلے ایک اخبار "ایمسٹرڈم نیوز" (*Amsterdam News*) کا ایڈیٹر جیمز ہکس پہنچا۔ مسٹر ہکس نے معاملے کو بھانپ لیا اور کیپٹن کو بتایا کہ صرف ایک شخص مالکم ایکس اس سارے مجمع پر قابو پا سکتا ہے۔ کیپٹن نے جاننا چاہا کہ مالکم ایکس کون ہے؟ لیکن اسے جلدی ہی پتہ چل گیا جب اسے بتایا گیا۔ ایک شخص کئی غصے سے بھرپور مسلم بھائیوں میں گھرا ہوا سٹیشن ہاؤس پہنچا۔ دروازے پر کھڑے ہو کر اس نے ایک اشارہ کیا جس سے وہاں جمع شدہ افراد کو پتہ چل گیا کہ ان کا طریقِ کار درست ہے اور گھیرا ڈالنے والے افراد میں اضافہ کا بھی اشارہ کیا۔ تب مسٹر مالکم ایکس اندر چلا گیا۔

مالکم نے دیکھا کہ جانسن ہنٹن کا سر پھٹا ہے چنانچہ اس نے اصرار کیا کہ اسے فوراً طبی امداد دی جائے۔ جسے مان لیا گیا۔ مسٹر مالکم ایکس نے ریکارڈ کے طور پر یہ بات بھی کہی کہ مسٹر ہنٹن اس گلی میں کھڑا تھا اسے لڑائی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اس نے پولیس کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی لیکن پولیس نے اسکے ساتھ زیادتی کی اور اسے مارا۔ بیان ختم ہوا۔

اس عرصے میں پولیس ایمبولنس میں مسٹر جانسن ہنٹن

کو ہسپتال پہنچایا جا رہا تھا۔ مسٹر مالکم ایکس باہر آیا اور اس کے ایک اشارے سے صرف تین منٹ میں ساری گلی خالی ہو گئی۔ مجمع بکھر گیا۔ لیکن یہ بات یہاں نہ ہوئی بلکہ مسلم بھائیوں نے ہسپتال کو گھیرے میں لے لیا۔ وہاں سے پھر مالکم کے اشارے سے مجمع غائب ہو گیا۔ پولیس کیپٹن نے ایڈیٹر ہکس سے کہا کہ کسی ایک شخص کو اس قدر وسیع اختیارات حاصل نہیں ہونے چاہئیں۔ ہم اس علاقے میں کوئی کنٹرول نہیں کر سکتے اگر صرف ایک شخص اس قدر طاقت رکھتا ہو۔ بعد میں 'سفید' جیوری نے اس کیس میں نیویارک شہر کو ۷۵,۰۰۰ ڈالرز کا تاوان ادا کرنے کو کہا۔

یوں تو یہ واقعہ پولیس کے لئے عام واقعات سے تھا اور ایسے کئی بار نیگروز کے سر بھی پھٹے ہونگے لیکن اس واقعہ سے پولیس کو جس صورت حال سے دوچار ہونا پڑا وہ نہ صرف حیران کن تھی بلکہ تشویشناک! ایک بلیک مسلم کے لئے اگلے لمحے سینکڑوں حمائتیوں کا جمع ہو جانا اور نسلی فساد کے لئے تیار ہونا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اور یہ صورت حال کہ ایک شخص کے اشارے سے سب کا بکھر جانا پولیس کے لئے بہت زیادہ فکر کا باعث تھی۔ چنانچہ علاقے میں صحیح امن و امان قائم رکھنے کے لئے اس تحریک پر نظر رکھنے اور خاص طور پر اس کے لیڈر کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لئے پولیس نے فیصلہ کر لیا۔ اس طریقے سے ۲۷ سال تک کے لمبے عرصے تک پوشیدہ رہنے کے بعد یہ تحریک منظرِ عام پر آ گئی۔

نیشن آف اسلام

اس تحریک کا مقصد یہ ہے کہ امریکہ میں رہنے والے نیگروز کے لئے ایک علیحدہ ریاست قائم ہو۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جارحیت کے حربے بھی جائز ہیں۔

عرصہ دراز تک 'سفید' لوگوں نے 'کالے' لوگوں کے حقوق کو پسپا کیا ہے اور جلد ہی وہ دن آنے والا ہے جبکہ امریکی شیطان (سفید آدمی) مقدس انسان (کالے آدمی) سے "آخری جنگ" میں سامنا کریگا جو کہ شمالی امریکہ میں لڑی جائے گی اور سفید آدمی 'شیطان' کو شکست فاش ہوگی اور کالے آدمی 'مقدس انسان' کی فتح کا بول بالا ہوگا۔

مقدس نوشتوں میں ذکر آتا ہے کہ آخری جنگ اس دور میں لڑی جائے گی جو کہ آدم علیہ السلام سے ساتویں ہزار کا دور ہے۔ چھ ہزار تک سفید آدمیوں نے اس دنیا میں حکومت کی اور مکر و فریب سے کام لیا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ کالا آدمی اس آخری فیصلہ کن جنگ میں فتحیاب ہو اور شیطان 'سفید فام آدمی' کو شکست فاش ہو۔ یہ جنگ جلد ہی لڑی جائے گی۔ اصل وقت ابھی ظاہر نہیں کیا جا رہا کسی تقریب میں اس وقت کا اعلان کیا جائے گا۔ اس لئے جب بھی عبادات و تقریبات میں بلیک مسلم جاتے ہیں وقت کے اعلان کے منتظر رہتے ہیں۔ چونکہ کچھ پتہ نہیں کہ کب اس وقت کے آنے کا اعلان ہو لیکن یہ جنگ بلیک مسلمانوں کے بقول شمالی امریکہ میں لڑی جانی لازم ہے۔ اس وقت تک التوا اس لئے ہو رہا ہے کیونکہ سارے

نیگروز متحد نہیں۔ اگر سارے نیگروز مسلم بن جائیں تو جلد ہی "نیشن آف اسلام" اسلامی قوم کی ریاست بن جائے۔ جن نیگروز نے اپنے آپکو سفید شیطانوں سے علیحدہ نہ کیا تو وہ ان کے ساتھ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

امریکہ میں بلیک مین کے لئے علیحدہ ریاست کے قائم ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان کا لیڈر انہی میں سے ہو۔ اور یہ انقلاب جو کہ آخری جنگ کے نتیجے میں آنے والا ہے کبھی ممکن نہیں، اگر ان کا راہنما کوئی 'باہر' کا شخص ہو۔ آدم سے لیکر محمد رسول اللہؐ تک مختلف انبیاء نے دنیا میں انقلاب پیدا کیا، لیکن شیطان 'سفید آدمی' سے آخری جنگ ایک عظیم الشان انقلاب کا باعث ہوگی اور اس کے لئے کسی 'باہر' سے آنے والے لیڈر کی ضرورت نہیں بلکہ بلیک لیڈر ایلائیجا محمدؐ سے یہ سارا انقلاب وقوع میں آئے گا۔ سفید آدمی سانپ ہے، شیطان ہے' اور جلد ہی اُسے پسپا کر دیا جائے گا۔ امریکہ کے سیاہ فام کو فتح نصیب ہوگی اور اس وقت اسلامی قوم کی حکومت قائم ہوگی۔

ظاہر ہے کہ اس تحریک کے مقصد کو اسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں، اسلام کی ہمہ گیری کے علی الرغم یہ تحریک صرف شمالی امریکہ اور اس تحریک کے ماننے والے کالے لوگوں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ بلیک مسلم تحریک میں صرف نیگرو ہی ممبر بن سکتا ہے۔ جو کوئی سیاہ فام شخص ممبر بنتا ہے تو "نیشن آف اسلام" کا شہری قرار دیا جاتا ہے۔ ان کا اپنا جھنڈا ہے جس پر ہلال اور ستارہ کا نشان ہے۔

جب کوئی شخص اس تحریک میں داخل ہوتا ہے تو اس کی زندگی کا محور بلیک مسلم کی مسجد یا ریسٹورنٹ بن جاتا ہے۔ عام طور پر ریسٹورنٹ ایک مسلم منسٹر کی زیر نگرانی ہوتا ہے۔ پھر کئی ریسٹورانوں کا ایک اور نگران ہوتا ہے اور چیف نگران ایلائیجا محمد خود ہے۔ ان ریسٹورانوں میں بلیک مسلم مرد اور عورتوں کو کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ ریسٹورنٹ کی آمدنی میں سے نگران منسٹر کو تھوڑا سا حصہ ملتا ہے جس پر وہ صبر و شکر کے ساتھ گزارہ کر لیتا ہے۔ ریسٹورانوں کی آمدنی ہیڈ کوارٹرز شکاگو بھیج دی جاتی ہے جس کی مکمل نگرانی ایلائیجا محمدؐ کے ذمے ہے۔

بلیک کو محنت کی عادت ڈالی جاتی ہے۔ انہیں ہدایت ہے کہ تجارت کی طرف زیادہ توجہ کریں۔ جو سیاہ آدمی سفید آدمی کے ہاں ملازم ہیں انہیں ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ اچھی طرح کام سیکھیں۔ کیونکہ جب اُن کی اپنی بلیک سٹیٹ بنے گی تو انہیں انڈسٹری کا اسے راہنما بننا پڑے گا۔ عام طور پر آمدنی کا $\frac{1}{10}$ حصہ شکاگو ہیڈ کوارٹرز بھیجا جاتا ہے۔

گھروں میں خوراک کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ ذبیحہ گوشت کو ترجیح دیتے ہیں۔ بلیک مسلم کو اس کی فیملی سے متعلق تواتر سے لیکچر دیئے جاتے ہیں اور غفلت پر سرزنش کے قابل سمجھے جاتے ہیں۔ یہ سزا عارضی یا مستقل مسجد سے علیحدگی ہوتی ہے۔ دوسرے بلیک مسلم کو ہدایت ہوتی ہے کہ اس عرصے میں اس شخص سے کوئی

نہ ملے اور نہ کوئی بات کرے۔

بلیک مسلم عورتوں کو ضروری گھریلو تعلیم سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ کار میں عام طور پر پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کی ہدایت دی جاتی ہے۔ مسلم عورتیں اجنبی لوگوں سے باتیں نہیں کرتیں۔ میک اپ سے پرہیز کرتی ہیں اور ریشمی لباس نہیں پہنتیں اور سوائے چہرہ کے عام طور پر باقی سارا بدن ڈھکا ہوتا ہے۔

عقائد

اللہ ایک ہے۔ کبھی اس کا نام جہوواہ تھا، کبھی لارڈ گاڈ تھا، کبھی گاڈ تھا، اب اس کا نام اللہ ہے۔

اللہ کا رنگ کالا ہے۔ اصل میں اس نے جو پہلا آدمی پیدا کیا اس کا رنگ بھی کالا تھا۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ اس نے انسان کو "اپنے رنگ" پر پیدا کیا۔

آدم علیہ السلام سے ۶۶ ٹریلین سال پہلے کالا آدمی پیدا کیا گیا تھا اور وہ اس کائنات میں رہتا تھا جبکہ چاند اور زمین ایک کرّہ تھے۔ اس وقت یہ کرّہ چاند کہلاتا تھا نہ کہ زمین۔ اس وقت لوگ مختلف زبانیں بولتے تھے۔ ایک کالے سائنسدان بھائی یعقوب کو غصہ آگیا جب وہ ان سب کو ایک زبان پر متفق نہ کر سکا تو اس نے ایک بہت وزنی شئے اس کرّے میں پھینکی تا کہ وہ اس تمام مخلوق سے گلو خلاصی کرے۔

جس حصّے کو اب ہم چاند کہتے ہیں وہ ٹکڑا اس دھماکے سے ۱۲۰۰۰ میل دور جا پڑا اور یہ حصہ جسے ہم زمین کہتے ہیں ۳۶۰۰۰ میل دور جا پڑا اور اسے ایک اور محور مل گیا اور اس کے گرد گھومنا شروع کر دیا اور وہ ٹکڑا جسے ہم چاند کہتے ہیں اس نے اپنا سارا پانی اس ٹکڑے پر گرا دیا جس سے چاند میں پانی نہ رہا اور زمین پانی سے بھر گئی۔

کالے آدمی کا نہ اوّل نہ آخر، وہ قدیم سے معرضِ وجود میں آیا اور آخر تک رہے گا۔ کالے آدمی کے اندر دو جوہر تھے، غالب کالا اور کمزور سفید، کسی وجہ سے سفید جوہر کالے پر غالب آگیا تو سفید آدمی پیدا ہو گیا۔ لیکن کالا آدمی بہرحال اس سفید کو غارت کر دے گا۔

اللہ گوشت پوست کا بنا ہوا ہے۔ اگر وہ رُوح ہوتا تو ہم اُسے دیکھ کیسے سکتے۔ اللہ عزت مآب فراد کے رُوپ میں جولائی ۱۹۳۰ء کو ظاہر ہوا۔ عزت مآب فراد عیسائیوں کے لئے بطور مسیح موعود اور مسلمانوں کے لئے بطور مہدی ہیں۔

بلیک مسلم ایک اور طریقے سے اِس عقیدے کا اظہار یوں کرتے ہیں :-

خدا کا نام اللہ ہے۔ اللہ کے سوا اب کوئی خدا نہیں۔ عزت مآب فراد خدا کا نبی ہے، اور عزت مآب ایلائیجا محمدؐ خدا کے نبی کے پیغام رساں، اور ایلائیجا محمدؐ آخری پیغام رساں ہیں۔ ایلائیجا محمدؐ تین سال تک خدا (فراد) کی رفاقت میں رہا اور اسے اس کے مُنہ سے باتیں سُننے کا موقع ملا۔ اب جو باتیں ایلائیجا ماننے والوں کو بتا رہا ہے وہ سب اللہ

خدا کی بتائی ہوئی ہیں۔ خدا تعالیٰ سے متعلق عقیدے کا اظہار بلیک مسلم یوں بھی کرتے ہیں۔

بلیک مسلم منسٹر حاضرین سے مخاطب ہے :-

"اب میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کون ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں سمجھ آجائے کہ اللہ کون ہے۔ تاکہ تمہیں پتہ چلے کہ ان سفید فام لوگوں سے کون نپٹے گا اور ان وحشیوں کو تمہاری پیٹھوں سے کون دھکیلے گا۔ خدا" اللہ کوئی ڈھونگ نہیں ہے۔ ہم کسی مُردہ خدا کو نہیں مانتے، ہمارا خدا زندہ خدا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ادھر اُدھر چل پھر رہا ہے۔ وہ تمہارے درمیان ہے۔ تم میں ہے۔ خدا تمہاری طرح کالا ہے۔ تمہاری طرح مصیبتوں کا مارا ہوا ہے۔ تمہاری طرح چلتا پھرتا ہے تمہاری طرح باتیں کرتا ہے۔ تمہاری شکل و صورت کا ہے۔ اب تم سمجھ جاؤ کہ خدا کون ہے۔"

اسی طرح بلیک مسلم کو سمجھایا گیا ہے کہ وہ بحیثیت مجموعی خدا ہیں۔

بلیک مسلم اپنے عقائد کا اظہار ہفتہ وار اخبار "محمد سپیکس" کی ہر اشاعت میں یوں کرتے ہیں :-

۱- ہم ایک خدا کو مانتے ہیں جس کا درست نام اللہ ہے۔

۲- ہم مقدس قرآن کو مانتے ہیں اور ان تمام نوشتوں کو جو خدا تعالیٰ کے تمام انبیاء کے پاس خدا کا پیغام لے کر آئے۔

۳- ہم بائیبل کی سچائی کو مانتے ہیں لیکن ہم مانتے ہیں کہ اس میں تغیر و تبدل کیا گیا ہے اور اس امر کی ضرورت ہے کہ اس کی پھر سے تشریح کی جائے تاکہ نسلِ انسانی اس میں داخل کی گئی جھوٹی باتوں کا شکار نہ ہو جائے۔

۴- ہم خدا کے انبیاء کو مانتے ہیں اور ان نوشتوں کو جو وہ بنی نوع انسان کے لئے لیکر آئے۔

۵- ہم مُردوں کے جی اُٹھنے کو مانتے ہیں۔ جسمانی طور پر نہیں بلکہ دماغی طور پر۔ ہم مانتے ہیں کہ عام طور پر نیگرو کہلانے والے اس دماغی طور پر جی اُٹھنے کے بہت مستحق ہیں۔ اسلئے وہ سب سے پہلے زندہ کئے جائیں گے۔ علاوہ ازیں ہم کالے آدمی خدا کے چُنے ہوئے بندے ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ خدا دھتکارے ہوئے اور ٹھکرائے ہوئے لوگوں کو چُنے گا۔ ان آخری دنوں میں ہمیں امریکن نیگروز کے علاوہ کسی اور پر یہ وضاحت چسپاں ہوتے نظر نہیں آتی۔ ہم سچائی کے زندہ ہونے کو مانتے ہیں۔ ہم انصاف کے دن کو مانتے ہیں اور ہم مانتے ہیں کہ پہلا انصاف جیسا کہ خدا نے بتایا امریکہ میں ہوگا۔

۷- ہم مانتے ہیں کہ یہی تاریخی وقت ہے کہ نیگرو کہلانے والے اور سفید امریکن ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں۔ ہم

ماننے ہیں کہ کالے آدمی کو آزاد کیا جائے۔"
اور حقیقی طور پر اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ اسے غلامی کے اس نام سے آزاد کیا جائے جو اس کے آقا مالکوں نے اس پر ٹھونسا۔ ایسے نام جو اسے غلاموں کے آقا کا غلام ظاہر کرتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ اگر ہم حقیقی طور پر آزاد ہوں تو کرۂ ارض پر بسنے والے کالے لوگ اپنے اصل نام اختیار کریں گے۔

۸۔ ہم مانتے ہیں کہ سب کے لئے انصاف ہونا چاہیئے چاہے وہ خدا کے ساتھ ہیں یا نہیں ہیں۔ ہم بنی نوع انسان ہونے کی وجہ سے برابر کے مستحق ہیں۔ ہم مساوات کو مانتے ہیں۔ بحیثیت قوم ہم مساوی ہیں۔ ہم یہ نہیں مانتے کہ غلام بنانے والے آقاؤں کے ساتھ ہم اس طرح برابر ہیں کہ ہم آزاد کردہ غلام ہیں۔ ہم امریکی شہریوں کو تسلیم کرتے ہیں اور احترام کرتے ہیں جس سے اس قوم پر حکومت قائم ہے۔

۹۔ ہم مانتے ہیں کہ سیاہ و سفید لوگوں کے مخلوط طریقے سے بسنے کی پیشکش مکارانہ چال ہے اور ان لوگوں کی طرف سے چلی گئی ہے جو کہ سیاہ لوگوں کو فریب کا شکار کر رہے ہیں کہ ... ہم سالہا آزادی، انصاف اور مساوات کی کھلی دشمنی کے باوجود وہ اچانک ان کے دوست بن گئے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ فریب کاری اس بات پر بھی مبنی ہے تاکہ سیاہ لوگوں کو یہ احساس کرنے سے روک سکیں کہ تاریخی طور پر وقت آگیا ہے کہ اس قوم میں سے سیاہ لوگوں کو سفید لوگوں سے الگ کیا جائے۔

اگر سفید آدمی سمجھتے ہیں کہ وہ نیگرو کہلانے والوں کے دوست ہیں تو وہ امریکہ کو اپنے اور غلاموں کے درمیان تقسیم کر کے اس بات کو ثابت کر سکتے ہیں۔

ہم یہ نہیں مانتے کہ کبھی بھی امریکہ اس قابل ہوگا کہ وہ اپنے سب لوگوں کے لئے ذریعہ معاش پیدا کرے اور پھر اس کے علاوہ ۲۰ ملین نیگروز کو بھی روزگار مہیا کرے۔

۱۰۔ ہم مانتے ہیں کہ ہم جو اپنے آپکو سچے مسلمان کہتے ہیں، ایسی جنگوں میں شامل ہونے سے اجتناب کریں جو نسلِ انسانی کو ختم کرتی ہیں۔ ہم نہیں مانتے کہ اس قوم کو حق ہے کہ ہمیں لڑائی میں شامل ہونے پر مجبور کرے کیونکہ ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہیں جب تک کہ امریکہ ہمیں کوئی علاقہ نہ دے جس سے لڑائی کرنے کی کوئی وجہ ہمیں مل سکے۔

۱۱۔ ہم مانتے ہیں کہ ہماری خواتین کا احترام کیا جائے اور ان کی حفاظت کی جائے اسی طرح جس طرح دوسری اقوام کی خواتین کا احترام کیا جاتا ہے اور حفاظت کی جاتی ہے۔

۱۲- ہم مانتے ہیں کہ اللہ (خدا) آقا ڈبلیو۔ فرادمحمدؒ کی ذات میں جولائی ۱۹۳۰ء کو ظاہر ہوا۔ جس کا عیسائیوں کو بحیثیت مسیح موعود اور مسلمانوں کو بطور مہدی بہت دیر سے انتظار تھا۔ اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ خدا ہے اور اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور وہ امن کی ایک عالمی حکومت قائم کرے گا جس میں ہم سب امن سے اکٹھے رہ سکیں۔

ظاہر ہے کہ اگرچہ بلیک مسلم تحریک کے پیروکار اپنے آپ کو اسلام سے منسوب کرتے ہیں لیکن اس کے عقائد کی بنیاد اسلام کے اصولوں پر نہیں۔ اکثر ممبروں نے تو قرآن کریم دیکھا تک نہیں۔ جب وہاں کے منسٹر تقریر کرتے ہیں تو عام طور پر کہتے ہیں کہ عزت مآب ایلائیجا محمدؐ نے ہمیں یہ سکھایا۔ اور جب ایلائیجا محمد بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ان کو اللہ (فراد) کے ساتھ رہنے کا موقعہ ملا۔ اور جو کچھ اللہ نے انہیں سکھایا وہ اب اپنے ماننے والوں کو بتا رہے ہیں۔

امریکہ کی مسلم تنظیموں نے ان عقائد کو تنقیدی نگاہوں سے دیکھا ہے کیونکہ انہیں اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ لیکن امریکی عدالتوں نے اس تحریک کو ایک فرقہ قرار دیا ہے اور انہیں ایسے ہی حقوق آزادیٔ مذہب و مراعات حاصل ہیں جیسے کسی اور مذہب یا فرقہ کو۔

قاہرہ کی ایک شخصیت نے اس تحریک پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ "بلاشبہ امریکی بلیک مسلم غلط تعلیم کے شکار ہیں لیکن وہ بہر حال لوگوں کی توجہ "اللہ" کی طرف پھیر رہے ہیں۔ ہمیں بھی اسی بات کی ضرورت ہے ہمیں مغرب میں اسلام کے لئے نئے خون کی ضرورت ہے۔ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے ہم اس بات کا خیال رکھیں گے کہ اسلام کی صحیح تعلیم امریکہ کے سیاہ آدمی کو ملے۔ اس وقت صرف ضرورت یہ ہے کہ ان کا رُخ مکہ کی طرف پھیرا جائے۔"

مصر کی اس شخصیت کو شاید اس تحریک کے صحیح عقائد کا علم نہیں کیونکہ اس تحریک کی بنیاد کسی بھی اسلامی دستور پر نہیں بلکہ وہ لوگ سفید آدمی کو فطرتی طور پر شیطان کہتے ہوئے کالے اور سفید آدمیوں کے درمیان "آخری جنگ" کا انتظار کر رہے ہیں جو اُن کے بقول امریکہ میں لڑی جائے گی تب سفید آدمی تباہ ہو جائے گا اور کالے آدمی کا غلبہ ہوگا۔ اس جہت سے اس تحریک کو اسلام کے بنیادی عقائد سے کوئی سروکار نہیں بلکہ محض نسلی احساس کمتری کا شکار ہو کر عیسائیت کے مقابلے پر اسلام کا نام استعمال کر رہے ہیں۔

طریق اجلاس

عام طور پر بلیک مسلم اکیہال کرائے پر لیتے ہیں۔ مرد عورتیں اکٹھے ہال میں داخل ہوتے ہیں لیکن اندر داخل ہونے کے بعد مرد اور عورتیں علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ پھر ہر ایک کی اچھی طرح تلاشی لی جاتی ہے۔ اس تلاشی کے لئے خاص طور پر "برادرز" اور "سسٹرز" ٹرینڈ کئے جاتے ہیں۔ ہر ایک شخص کے لئے ایک تھیلا مخصوص کیا جاتا ہے جس میں

ناخن تراش، پاکٹ چاقو، قینچیاں اور دوسری تیز نوکدار چیزیں لیکر واپسی تک محفوظ رکھی جاتی ہیں۔

تلاشی کے لئے نرم لہجے میں اعلان کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ تمام چیزیں جو ہتھیار کے طور پر استعمال ہوتی ہیں وہ لے لی جائیں گی تاکہ اجلاس میں آنے والا جب سفید آدمی کے بارے میں سچی باتیں سُنے تو جذباتی ہو کر باہر نہ بھاگ جائے اور قبل اس کے کہ حکم نازل ہو کوئی کارروائی نہ کرے۔

تلاشی کے بعد برادرز ایک طرف اور سسٹرز دوسری طرف قطاروں میں لگی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ برادرز اور سسٹرز کی کرسیوں کے درمیان کافی فاصلہ ہوتا ہے۔

نظم وضبط کی تنظیم "فروٹ آف اسلام" کے ممبر سیاہ سُوٹ میں ملبوس نوجوان کثرت سے گھومتے ہیں اور خاص طور پر بچّوں کو خاموش ہونے کے لئے کہتے ہیں، کسی اونگھتے ہوئے برادر یا سسٹر کو جھنجھوڑتے ہیں، جگاتے ہیں اور ہنگامی حالات کے لئے تیار رہتے ہیں۔

سٹیج پر ایک بڑا بلیک بورڈ ہوتا ہے۔ بورڈ پر ایک طرف امریکن جھنڈا ہوتا ہے جس پر صلیب کا نشان لگاتے ہیں اور اس کے نیچے لکھا ہوتا ہے۔

غلامی۔ مصائب۔ موت۔

دوسرے نصف حصّے میں اسلامی جھنڈا ہے جس پر ہلال کا نشان ہے اور اس کے نیچے لکھا ہوتا ہے۔

آزادی۔ انصاف۔ مساوات۔

جھنڈوں کے نیچے بلیک بورڈ کی ایک طرف سے دوسری طرف تک لکھا ہوتا ہے۔

ان میں کون "آخری جنگ" میں
زندہ بچے گا!

ایک چھوٹا منسٹر میدان ہموار کرتا ہے۔

"السلام علیکم"

"وعلیکم السلام" حاضرین کہتے ہیں۔

پھر منسٹر عربی زبان میں کچھ الفاظ کہتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ کالے آدمی کی اصل زبان تھی قبل اس کے کہ سفید آدمی نے اسے اغوا کیا اور اس کی معاشرتی زندگی کو اُلٹ دیا۔

عام طور پر اپنے اجلاس میں بلیک مسلم گاتے نہیں لیکن ایک گانا مقبول ہو رہا ہے۔ کوئی ایک ممبر صرف نظم یا نغمے کے طور پر گاتا ہے۔

"سفید آدمی کی بہشت، کالے
آدمی کی دوزخ ہے۔"

حاضرین میں سے کوئی بول اُٹھتا ہے۔

"سبحان اللہ"

کوئی کہتا ہے۔

"الحمد للہ"

چھوٹا منسٹر پھر کہتا ہے۔

"ہم یہاں ایک اچھی خبر سُننے
کے لئے آئے ہیں۔"

"الحمد للہ" حاضرین کہتے ہیں۔

"سچائی کا اعلان ہوگا" منسٹر کہتا ہے۔

"صاف صاف کہو" حاضرین کہتے ہیں۔
"پیغام رساں (ایلائیجا محمدؐ) کا منسٹر (بڑا منسٹر مراد ہے) ایک پیغام لیکر آئے گا پیغام اس آدمی (ایلائیجا محمدؐ) کا جس نے خدا (فراد) کو دیکھا ہے"
"صاف صاف کہو مسٹر منسٹر، صاف صاف کہو!"
"(بڑا) منسٹر آپ کو بتائے گا کہ آپ کون ہیں اور کیا ہیں؟"
"الفاظ بتاؤ۔ الفاظ بتاؤ" حاضرین کہتے ہیں۔
پھر وہ بتائے گا کہ شیطان کون ہے اور کیا ہے
"سیدھے سیدھے لفظوں میں کہو، سیدھے سیدھے لفظوں میں کہو، مسٹر منسٹر!"
پھر وہ بتائے گا کہ کیوں تمہیں جلدی کرنی چاہیئے اور شیطان کے زنغے سے نکل جانا چاہیئے قبل اس کے کہ وہ تمہیں تباہ کردے۔"
خوشی کے ساتھ سارا مجمع کھڑا ہو جاتا ہے۔
پھر ایک دروازہ کھلتا ہے اور (بڑا) منسٹر بیرڈ گارڈز میں گھرا ہوا داخل ہوتا ہے اور سٹیج کی طرف جاتا ہے
سناٹے کا عالم طاری ہوتا ہے اور منسٹر کہتا ہے:۔
"آپ یہاں ایک اچھی خبر سننے کے لئے آئے ہیں۔"
"آسان فہم لفظوں میں کہو مسٹر منسٹر!"
"لیکن یاد رکھو کہ خبر 'اچھی' ایک کے لئے اور 'بری' دوسرے کے لئے ہوگی۔"

"صاف صاف کہو مسٹر منسٹر، صاف صاف کہو مسٹر منسٹر!"
"اچھی خبر یہ ہے کہ عزت مآب ایلائیجا محمدؐ جلد ہی بھیڑ (کالے آدمی) کے لئے ایک پیغام لیکر آئے گا، آزادی کا پیغام۔ اور بھیڑیئے (سفید آدمی) کے لئے تباہی کا پیغام!"
حاضرین خوشی سے اچھلتے ہیں، چلاتے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں:۔
"الحمد للہ! سبحان اللہ!"
پھر منسٹر کہتا ہے "خاموش ہو جاؤ اور میری بات سنو!"
مجمع پر سکوت طاری ہو جاتا ہے۔
"تم بہرے ہو، گونگے ہو، اندھے ہو! تم شمالی امریکہ کے صحراؤں میں گم ہو اور سیاہ لوگوں کا نیا دن تمہاری وجہ سے تاخیر میں پڑ رہا ہے۔ اب میں تمہیں تیار کرنے کے لئے آیا ہوں۔"
"سادے الفاظ میں کہو" لوگ چلاتے ہیں۔
"پہلی بات تمہیں یہ کرنی چاہیئے کہ تم اپنی صفائی کا دھیان رکھو۔"
"ہاں یہ بات بالکل ٹھیک ہے، بالکل ٹھیک ہے" حاضرین کہتے ہیں۔
"تمہیں اپنے آپ کو صاف کرنا چاہیئے، جسمانی طور پر اور اخلاقی طور پر۔"
"بالکل ٹھیک ہے، بالکل ٹھیک ہے" حاضرین کہتے ہیں۔

" تمہیں پتہ ہونا چاہیئے کہ بعض خوراک گندی ہے سُؤر گندہ ہے اور خدا تمہیں اسے کھانے سے روکتا ہے۔"

" بالکل ٹھیک ہے۔"

" تم اپنے آپکو اس وقت تک صاف نہیں کر سکتے جب تک کہ سُؤر تمہارے جسم کے اندر ہے۔"

" صاف صاف لفظوں میں کہو، آسان فہم لفظوں میں بتاؤ۔"

" پھر تمہیں اپنے اخلاق سنوارنے چاہئیں۔"

" بالکل ٹھیک ہے برادر منسٹر، بالکل ٹھیک، برادر منسٹر!"

" تمام بد اخلاقیاں جو تمہیں نظر آتی ہیں یہ سفید شیطان (سفید آدمی) ان سب کا ذمہ دار ہے۔"

" بالکل ٹھیک ہے۔

" اس نے ہم میں بد اخلاقی بھر دی ہے۔"

" الحمدللہ" حاضرین سے نکلے جوابا جاتے ہیں۔

" اس نے ہمارے ہوش و حواس کو اس قدر گم کیا ہے کہ ہماری تمام سوسائٹی چوروں، ڈاکوؤں اور طوائفوں سے بھری پڑی ہے۔"

" بالکل ٹھیک ہے۔"

" تم دیکھو گے کہ یہ عیسائی ان تمام بے حیائیوں اور طوائف بازی کا خود شکار رہوں گے۔" وہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے" یہ تمہیں پتہ ہے اور مجھے پتہ ہے کہ جب ہم عیسائی تھے تو ہم نشہ آور اشیاء کا استعمال کرتے تھے۔"

" ہاں۔"

" ہم جھوٹ بولتے تھے"

" ہاں"

" ہم چوری کرتے تھے"

" ہاں"

" ہم اپنی بیویوں سے وفادار نہ تھے"

" ہاں"

" ہم تمام برائیوں کا شکار تھے اور بد اخلاقیوں کے مرتکب تھے۔"

" بالکل ٹھیک ہے۔"

" لیکن اب جبکہ ہمیں پتہ چل گیا ہے کہ خدا کون ہے۔ ہمیں اللہ مل گیا ہے جو ہمارا اصل سچا خدا ہے ہمیں ایک دوسرے کی محبت و عزت کا پتہ چل گیا ہے اور اب ہم نے اپنے آپ کو پاک و صاف کر لیا ہے۔"

" الحمدللہ، الحمدللہ" حاضرین کہتے ہیں۔

" اب ہم اپنی عورتوں سے محبت کرتے ہیں۔"

" ہاں"

" ہم اپنی عورتوں اور بچوں کو سفید شیطانوں سے محفوظ رکھیں گے۔"

" ہاں"

" اور اب ہم نے اپنی دوسری گال سامنے کرنی بند کر دی ہے۔"

" ہاں"

" ہم حکومت کی اطاعت کرتے ہیں لیکن ہم اپنی جانوں کی حفاظت کے لئے لڑیں گے اور مریں گے۔"

" الحمدللہ"

اس تقریر کے بعد حاضرین کو سوال کرنے کا موقعہ دیا جاتا ہے اور تسلی بخش طریقے سے جواب دیا جاتا ہے۔ لیکن "فروٹ آف اسلام" تنظیم کے نوجوان تیار رہتے ہیں کہ کوئی فسادی محض کج بحثی کے لئے اس جگہ گھس نہ آیا ہو۔

اجلاس کے اختتام سے قبل بلیک مسلم تنظیم میں شامل ہونے کی دعوت دی جاتی ہے اور اگر کوئی شخص عقیدہ تبدیل کرنے کا اظہار کرتا ہے تو اس پر بہت خوشی و مسرّت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ایسے اعلان کے بعد بعض اوقات کافی تعداد میں لوگ بلیک مسلم تحریک سے ہمکنار ہونے پر آمادہ ہوتے ہیں۔

لطیفہ کے طور پر ایک واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے ایک دفعہ نئے شامل ہونے والے ممبر نے اپنے منسٹر سے پوچھا کہ "اب بلیک مسلم بننے کے بعد میری کیا ذمہ واری ہے؟"

منسٹر نے کہا "میرے بھائی! اب تم شراب پینا چھوڑ دو۔ قسمیں کھانا چھوڑ دو۔ جُوا کھیلنا چھوڑ دو۔ نشہ استعمال کرنا چھوڑ دو۔ اور بیوی سے بیوفائی کرنا چھوڑ دو۔"

اس پر اس نئے ممبر نے کہا:-

"جہنم میں جائیں یہ باتیں میرا خیال ہے میں عیسائی ہی رہتا تو اچھا ہوتا۔"

اجلاس کے بعد بلیک مسلم ایک نئی ذمہ داری کے ساتھ واپس آتے ہیں۔ ان کو پتہ ہے کہ انہوں نے اپنے علاقے کی چیونٹیوں اور چوہوں کو (سفید آدمی کو) نیست و نابود کرنا ہے۔ اور اس وقت کا انتظار کرتے ہیں جب کسی بھی اجلاس میں اس وقت کا اعلان کیا جائے گا۔ اس لئے ان کے لئے ہر اجلاس میں شرکت ضروری ہے کیونکہ پتہ نہیں کب "حکم" سنایا جائے۔ اس وقت تک بلیک مسلم کے لئے پیغام یہی ہے کہ سفید آدمی فطرتی طور پر بدرُوح ہے، شیطان ہے، سانپ ہے جو کہ راستی کی طرف آہی نہیں سکتا۔ اور کالا آدمی فطرتی طور پر نیک ہے اور اصل ہے اس لئے کالے آدمی کو جلد تر اپنے آپ کو سفید آدمی سے علیحدہ کر لینا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ سفید آدمی کی تباہی و بربادی میں شریک ہو جائے۔

بلیک مسلم نام جب کوئی شخص عقیدہ تبدیل کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے ایک خط دیا جاتا ہے جو اسے اپنے ہاتھ سے نقل کرنا پڑتا ہے:-

تاریخ

مسٹر ڈبلیو۔ ایف۔ محمدؐ

پیارے نجات دہندہ اللہ! ہمیں رہائی دلانے والے! مجھے آپ کے منسٹر سے دو تین بار اجلاس میں اسلام کی تعلیم سننے کا موقعہ ملا۔ اور مجھے اس سے اتفاق ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ:-

کوئی خدا نہیں سوائے تیرے! اور محمدؐ (ایلائیجا محمد) تیرا خدمتگار اور رسول ہے۔ میں اپنے آپ کو پانے کی خواہش رکھتا ہوں مہربانی فرما کر میرا اصلی نام مجھے دیں میرا غلامی

کا نام یہ ہے :-

نام

ایڈریس

سٹیٹ

یہ خط شکاگو جاتا ہے۔ اس شخص کو ایک تفصیلی سوال نامہ ملتا ہے جس سے اس کے خاندان اور ملازمت کی تفصیل کا علم ہوتا ہے۔ "فروٹ آف اسلام" کی مقامی تنظیم تحقیق کر کے سفارش کرتی ہے اور پھر درخواست کنندہ کو ایلائیجا محمد کی طرف سے نیا نام مل جاتا ہے۔

عام طور پر یہ نام کچھ اس طرح کا ہوتا ہے۔ اگر اس شخص کا نام رابرٹ وڈ ہے تو اسے رابرٹ ایکس وڈ کا نام مل جاتا ہے۔ اگر اس تنظیم میں پہلے کوئی رابرٹ وڈ ایکس ہو تو اس نئے شخص کو رابرٹ ایکس۲ وڈ کہتے ہیں۔ جان کا نام بہت عام ہے۔ ایک جگہ جان ایکس۲، جان ایکس۶ اور ایک جگہ جان ایکس۱۲ قسم کے نام بتائے گئے ہیں۔ ایکس سے مراد ایک تو یہ ہے کہ بلیک مسلم کا اصل اپنا آپ اور نام سفید آدمی کے ہاتھ آنے سے قبل ایک راز ہے، اور جب آخری جنگ ہوگی جس میں کالا آدمی سفید پر فتح پائے گا تو یہ بھید کھل جائیگا۔ ایکس سے یہ بھی مراد ہے کہ بلیک مسلم بننے سے وہ "سابق" انسان نہیں جبکہ سفید آدمی نے اسے اندھا بہرہ اور گونگا بنا دیا تھا۔

عام طور پر عورتوں اور مردوں کے نام میں یہ ایکس آتا ہے لیکن بعض اوقات یہ ایکس ضروری بھی نہیں۔ مثال کے طور پر خود ایلائیجا محمد کے نام میں ایکس نہیں۔ اسی طرح ان کے ایک صاحبزادے جو کچھ عرصہ مصر میں تعلیم حاصل کرتے رہے اکبر محمدؐ کہلاتے ہیں۔ باکسنگ عالمی چیمپین کی معروف شخصیت "کیسیس کلے" نے جب بلیک مسلم تحریک میں شمولیت اختیار کی اور اس پیشے کو خیرباد کہہ دیا تو مسٹر ایلائیجا محمدؐ نے اسے محمد علی کا نام دیا۔ کچھ عرصہ قبل مسٹر محمد علی نے اعلان کیا کہ وہ اس پیشے کی طرف دوبارہ رجوع کرنا چاہتا ہے اس پر ایلائیجا محمد نے ناراض ہو کر "اللہ" کی طرف سے دیا گیا نام 'محمد علی' واپس لے لیا اور ایک سال تک اس کا مقاطعہ کر دیا۔

اگرچہ نام کی درخواست فراد (اللہ) کے نام دی جاتی ہے لیکن 'اللہ' کی طرف سے نام ایلائیجا محمدؐ اس کے آخری پیغام رساں کی طرف سے تفویض ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی بلیک مسلم اپنے معیار پر قائم نہ رہے تو اس سے یہ نام واپس بھی لیا جا سکتا ہے اور پھر معتوب کو "غلامی" کے نام کے ساتھ ہی رہنا پڑتا ہے+

نیک کام

نیکیوں میں سے ایک نیکی یہ بھی ہے کہ آپ الفرقان ایسے رسالہ کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش فرماویں۔ آپ کی اس نیکی کا جو ثمرہ پیدا ہو اس سے مجھے بھی مطلع فرماویں۔

مینجر الفرقان ربوہ

سورۂ یوسف کی روشنی میں

عظمتِ یوسفی

(از قلم مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر سابق مبلغ بلادِ عربیہ)

احسن القصص

حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں جو اہم تاریخی اور انقلابی واقعہ رونما ہوا قرآن کریم نے اسے "احسن القصص" یعنی عمدہ ترین بیان کے انداز سے ذکر کیا ہے کیونکہ یہ ایمان افروز اور حیرت زا قصہ اپنے پس منظر اور پیش منظر میں کئی تاریخی حقائق اور شواہد رکھتا ہے۔ اس محیّر العقول قصہ کے ہر مرحلہ اور موڑ میں تجزیۂ ہستی باری تعالیٰ کا محکم اور زندہ ثبوت ہے۔ تائیدِ خداوندی اور مشیّتِ ایزدی کا مظہر ہے۔ بلندیٔ اخلاق اور تعلق باللہ کا نمونہ ہے۔ استقامت، صبر اور عفو کی متحرک تصویر ہے۔ حسد، بغض اور رقابت کا انجام ناکامی ہے۔ ظلم کا بدلہ قدرت لیتی ہے۔ اس واقعہ میں عفت و ضبط اور طہارتِ نفس کا اعلیٰ مثال موقف ہے۔ تبلیغ توحید سے والہانہ عشق ہے اور اختتام میں احکم الحاکمین کا آخری فیصلہ ہے کہ:-

اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی عَلَیْہِ

شانِ نزول

اکثر مفسرین نے سورۂ یوسف کے نزول کے متعلق اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ یہود نے از راہِ شرارت کفارِ مکہ کو اِس امر پر آمادہ کیا کہ بانیٔ اسلام کی تاریخ سے واقفیت کا امتحان لیا جائے اور یہ سوال آپؐ سے کیا جائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد شام سے مصر کیسے پہنچ گئی اور یوسفؑ کے واقعہ کی تفصیل کیا ہے؟

اِن ہر دو سوالوں کا مقصد حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) شرمندہ کرنا تھا۔ خدا تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اِس سوال کے متعلق روشنی ڈالنے کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ جملہ تفصیلات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مطہر پر نازل فرما کر آپؐ کی صداقت اور حقانیت پر بطور نشان کے پیش کیا ہے۔ کفارِ مکہ اور یہود پر اتمام حجت فرمائی۔ چنانچہ اس قصۂ یوسفؑ کے متعلق قرآن کریم بیان کرتا ہے:-

لَقَدْ کَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَاِخْوَتِہٖ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ۔

یوسفؑ اور اس کے بھائیوں کے واقعات میں طالبانِ حق کے لیے یقیناً کئی نشانات ہیں۔

سورۂ یوسف کو اپنے مندرجات کے لحاظ سے

یہ امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ اس سورت میں ایک ہی قصہ کاملہ مذکور ہے۔

خاندانی حالات

مقام یوسفؑ سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپؑ کے خاندانی حالات اختصاراً بیان کئے جائیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں

(۱) لیاہ (۲) راخل (۳) زلفہ کنیز لیاہ (۴) بلہاہ کنیز راخل۔ اور ان کی اولاد کی تفصیل یوں ہے:۔

۱۔ لیاہ کے بطن سے (۱) روبن (۲) شمعون۔ (۳) لاوی۔ (۴) یہوداہ۔ (۵) اشکار۔ (۶) زبلون۔ (۷) دینہ دختر

۲۔ لیاہ کی کنیز زلفہ سے (۸) جد۔ (۹) آشر

۳۔ راخل کے بطن سے (۱۰) یوسف (۱۱) بن یامین۔

۴۔ بلہاہ کنیز راخل سے (۱۲) دان (۱۳) نفتالی۔

یہ اولاد بارہ لڑکوں اور ایک لڑکی پر مشتمل تھی۔ یہ سب عبرانی نام ہیں۔ یہ ذریت فدان ارم کنعان کے علاقہ میں ہوئی۔ آجکل یہ زرخیز علاقہ ملک شام کے صوبہ حوران میں واقع ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے تمام بیٹوں سے زیادہ محبت حضرت یوسف علیہ السلام سے تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام چونکہ نبی تھے اور نبی کو غیر معمولی فراست خداتعالیٰ کی طرف سے دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا تھا کہ یوسف ایک روحانی اور بلند ترین اعلیٰ مقام پر سرفراز ہونگے اور ان کو نبوت جیسی عظیم نعمت ربانی سے نوازا جائیگا۔ اسلئے آپ بڑے اہتمام سے ان کا خاص خیال رکھتے۔ اس وجہ سے آپ کے ساتھ ان کا امتیازی سلوک تھا۔ یہ اہتمام اور امتیاز دوسرے بھائیوں کے لئے حسد، بغض اور رقابت کا باعث بن گیا۔ اس رقابت نے ان کے سینوں میں انتقام کی آگ سلگا دی۔ چار ماؤں کے بیٹے ہوں، باپ ایک ہو اور پھر یہ امتیاز نظر آئے وہاں رقابت کا پیدا ہو جانا قدرتی امر ہے۔

یوسفؑ کی رؤیا

حضرت یوسفؑ عادات خصائل کے لحاظ سے اپنے تمام بھائیوں میں غیر معمولی امتیازی پوزیشن رکھتے تھے۔ آپ اپنے بھائیوں کے قابل نفرت کاموں کی خبر والد کو پہنچا دیا کرتے تھے۔ (پیدائش باب ۳۷۔ آیت ۲)

حضرت یوسفؑ کی پاکیزگی اور سعادتِ فطرت مسلمہ تھی۔ آپ کشوف و رؤیا دیکھتے جو بہت جلد پورے ہو جاتے اور یہ بات آپ کے بھائیوں کے لئے انتہائی قلق اور دکھ کا باعث تھی۔ ان بھائیوں کے حسد پر جلتی پر تیل کا کام آپ کی ایک رؤیا نے مزید یوں کیا کہ آپ نے خواب میں دیکھا جس کا ذکر قرآن کریم میں یوں ہے:۔

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ
اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا
وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ
لِیْ سٰجِدِیْنَ ○

یاد کرو جب یوسفؑ نے اپنے باپؑ سے کہا تھا اے میرے باپ میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو رؤیا میں دیکھا ہے اور میں نے ان کو اپنے سامنے سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

حضرت یعقوبؑ یہ خواب سُنکر حضرت یوسفؑ کو ارشاد فرماتے ہیں:۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

آپؑ نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے اپنی یہ رؤیا اپنے بھائیوں کے سامنے نہ بیان کیجیو ورنہ وہ تیرے خلاف تدبیر کریں گے کیونکہ شیطان انسان کا یقیناً کھلا دشمن ہے۔

حضرت یعقوبؑ اس رؤیا کی گہرائیوں تک پہنچ گئے اور آپؑ نے اس کی تعبیر یوں کی:۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اور (جیسا کہ تُو نے دیکھا ہے) اسی طرح تیرا رب تجھے برگزیدہ کرے گا اور (الہٰی) باتوں کا علم تجھے بخشے گا اور تجھ پر اور یعقوب کی تمام آل پر اپنے انعام کو پورا کرے گا جیسا کہ اُس نے اِس سے پہلے تیرے دو بزرگوں ابراہیم اور اسحٰق پر پورا کیا تھا۔ تیرا رب یقیناً بہت جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

گویا آپؑ نے حضرت یوسفؑ کو نبوت و رسالت کے مقام کی خوشکن خبر سنائی۔ اس مبشر خواب کے نتیجہ میں حضرت یعقوبؑ پہلے سے بھی زیادہ آپ کے ساتھ محبت اور عزت و احترام کرنے لگ گئے۔

بھائیوں کی سازش

قرآن کریم فرماتا ہے:۔

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۝

یعنی جب یوسف کے بھائیوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی یقیناً ہماری نسبت ہمارے باپ کو زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جتھہ کی حیثیت رکھتے ہیں یقیناً ہمارا باپ غلطی پر ہے۔

اب یوسفؑ کے سوتیلے بھائی اس امر کا عزم صمیم کر چکے ہیں کہ یوسف کو ہمیشہ کے لئے باپ کی نظروں سے اوجھل کر دیا جائے۔ چنانچہ سازش کا آغاز قرآن مجید کے بیان کے مطابق یوں ہوتا ہے:۔

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝

یوسف کو قتل کر دو اور یا اس کو کسی اور ملک میں پھینک دو، جلا وطن کر دو۔ ایسا کرنے سے تمہارے باپ کی توجہ تمہارے لئے فارغ ہو جائے گی اور اس کے بعد (توبہ کر کے) تم پھر ایک نیک گروہ بن سکو گے۔

تمام برادران حضرت یوسفؑ کو ختم کرنے کیلئے باہمی مشورہ کر رہے ہیں اور مختلف تدابیر اور آراء کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس باہمی مشورہ کے وقت ایک اور رائے پیش ہوتی ہے:۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ
وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ
بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○

ایک بولنے والے نے اُن میں سے کہا کہ تم یوسف کو قتل نہ کرو اور اگر تم نے کچھ کرنا ہی ہے تو اس کو کسی باؤلی کی تہ میں ڈال دو، قافلہ کا کوئی شخص اسے اُٹھا لے گا۔

اکثر مفسرین نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ یہودا (جو لیاہ کے بطن سے تھا) کی یہ رائے تھی کہ یوسف کو بالکل قتل نہ کیا جائے بلکہ اس کو کسی کنوئیں میں ڈال دیا جائے، کوئی قافلہ کنوئیں سے لیکر کسی دوسرے ملک میں اس کو لے جائے گا اور اس ذریعہ سے یوسف باپ کی آنکھوں سے بھی غائب ہو جائے گا اور قتل جیسے گناہ سے بھی ہم بچ جائیں گے۔

اس مشورہ پر سب نے اتفاق کیا۔ اب اس غرض کے لئے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتے ہیں تا حضرت یعقوبؑ کو اس امر پر آمادہ کر سکیں کہ حضرت یوسف کو ہمارے ساتھ ہوا خوری اور تفریح کیلئے باہر بھیجیں۔ اور قرآن کریم سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سازش کو بغیر کسی تاخیر کے جلد ہی پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتے تھے۔

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا
عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ○
اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○

ان بھائیوں نے باپ سے کہا آپ کو کیا ہوا کہ آپ یوسف کے متعلق ہم پر اعتماد نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے دلی خیر خواہ ہیں۔ یوسف کو کل ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجیں وہ وہاں خوب کھائے گا اور کھیلے گا اور ہم اس کی حفاظت کریں گے۔

حضرت یعقوبؑ اپنے تمام لڑکوں کے حالات و کوائف کو خوب جانتے ہیں اور جس ماحول میں چار بیویوں کی اولاد نے پرورش پائی ہے اس سے بھی بخوبی آگاہ ہیں اور آپ ہرگز مطمئن نہیں بلکہ آپ نے خدشہ اور خطرہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ
وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ
عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ○

حضرت یعقوبؑ نے کہا تمہارا یوسف کو اپنے ساتھ لے جانا مجھے غم میں ڈالتا ہے اور میں اس بات سے بھی

ڈرتا ہوں کہ کہیں تم اس سے غافل ہو جاؤ اور اسے کوئی بھیڑیا کھا جائے۔

مگر بھائیوں نے سازش کی ہوئی تھی وہ جواب دیتے ہیں:۔

قَالُوا لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ
نَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا لَّخَاسِرُونَ ○

انہوں نے کہا اگر اس کے باوجود کہ ہم ایک مضبوط جماعت ہیں اسے بھیڑیا کھا جائے تو اس صورت میں ہم یقیناً خسارہ میں ہونگے۔

بالآخر حضرت یعقوبؑ بیٹوں کے اصرار پر حضرت یوسفؑ کو سیر کرانے کے لئے باہر بھیجنے پر رضامند ہو جاتے ہیں۔

یوسفؑ کنوئیں میں

یہ سوتیلے بھائی جن کے قلوب میں حسد و بغض کی چنگاری سلگ رہی تھی وہ حضرت یوسفؑ کو سیر کرانے کے بہانے جنگل میں لے گئے اور باہمی سازش کے مطابق انتہائی سنگدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کی قمیص کو اتار کر ایک خشک کنوئیں میں پھینک دیا اور اپنی طرف سے ہمیشہ کے لئے حضرت یوسف کو غائب کر دیا۔

یہ تاریخی واقعہ کس جگہ پر ہوا؟ اس وقت حضرت یوسف کی عمر کتنی تھی؟ اور آپ کنوئیں سے کس طرح معجزانہ طور پر باہر آتے ہیں؟ اور مصر کی منڈی میں آپ کو کس طرح فروخت کر دیا جاتا ہے؟ حضرت یعقوبؑ کا اپنے عزیز لخت جگر کے متعلق کیا موقف ہے؟

جس مقام پر آپؑ کو کنوئیں میں پھینکا گیا اس کا نام تورات میں "دوتین" لکھا ہے جو یروشلم کے مضافات میں سکم سے کچھ فاصلہ پر تھا اور آپ کی عمر ۱۷ سال ہو چکی تھی۔ قرآنی بیان کے مطابق ایسے ہولناک وقت میں جبکہ حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں پھینک دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو یقینی تسلی دیتے ہوئے بطور پیشگوئی کے یہ خوشخبری دی کہ یہ واقعہ آئندہ تیری عظمت و اقتدار کا باعث ہوگا اور یہ غم عظیم مسرت کا پیش خیمہ ہے اور تیرے یہ بھائی تیرے باطنی و ظاہری اقتدار کو دیکھیں گے اور اس حرکت پر نادم ہوں گے۔ چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت جو بظاہر چند الفاظ پر مشتمل ہے مگر وہ اس سارے قصہ کی بنیادی چابی ہے:۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُم
بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○

اور ادھر ہم نے اس (یوسفؑ) کی طرف وحی (کے ذریعہ یہ بشارت نازل) کی کہ (تُو محفوظ رہے گا اور) انہیں ان کے اس کام سے آگاہ کرے گا۔ وہ (اس بات کو) نہیں سمجھتے تھے۔

اللہ اکبر! قرآنی بلاغت نے ایک ہی فقرہ "لَتُنَبِّئَنَّهُم بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا" میں جہاں حضرت یوسفؑ کے مقام عظیم کو بیان کیا ہے وہاں برادران یوسف کی اس حرکت پر اظہار ناراضگی بھی کر دیا ہے۔ سورۃ یوسف کے مضمون کا غائر مطالعہ کیا جائے تو اس قرآنی فقرہ کے مندرجہ ذیل معانی کئے جا سکتے ہیں:۔

۱۔ اے یوسف! تُو اپنے بھائیوں کی سازش سے

نجات پائے گا۔
۲۔ آپ اقتدار و عظمت کی منازلِ عالیہ کے مالک ہونگے۔
۳۔ برادرانِ یوسفؑ ذلیل و رسوا ہوں گے۔
۴۔ یہ واقعہ اعجازی رنگ کا ہوگا اور تائیدِ خداوندی کا اس میں ہاتھ ہوگا۔

اب حضرت یوسفؑ بھائیوں کے منصوبہ کے مطابق کنوئیں میں وقت گزار رہے ہیں اور بھائی مصنوعی آہ وبکا کے ساتھ عشاء کے وقت اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کے پاس آتے ہیں اور آکر بیان کرتے ہیں:۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝

کہ اے ہمارے باپ یقین جانئے ہم جاکر کھیلنے اور ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر دوڑنے لگے اور یوسف کو ہم اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے (تو خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ) اسے ایک بھیڑیا کھا گیا اور یہ تو ہم جانتے ہیں کہ آپ ہماری بات کو درست تسلیم نہیں کرینگے گو ہم اس میں بالکل ہی سچے کیوں نہ ہوں۔

بھائیوں نے اس واقعہ کی صحت کا ثبوت بقول قرآن مجید یہ دیا۔

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝

وہ حضرت یوسفؑ کی قمیص پر جھوٹا خون لگالائے جسے دیکھ کر یعقوبؑ نے کہا (یہ بات درست نہیں) بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لئے ایک ایسی بُری بات کو خوبصورت کرکے دکھلایا ہے جسے تم کر گزرے ہو۔ اب اچھی طرح صبر کرنا ہی میرے لئے مناسب ہے اور جو بات تم بیان کرتے ہو اس کے تدارک کے لئے اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے۔

حضرت یوسفؑ کے خلاف آپ کے بھائیوں کو اس قدر بغض ہے کہ والد کو دھوکہ دینے کے لئے کسی جانور کے خون میں قمیص کو رنگا جاتا ہے تا اس امر کا ثبوت دیا جائے کہ ہم جو بیان کر رہے ہیں وہ بالکل درست ہے مگر حضرت یعقوبؑ اس معاملہ کو بھانپ لیتے ہیں۔ وہ کیا کر سکتے تھے انہوں نے کہا تو یہ کہا:۔

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ

تمہارے نفسوں نے بُری بات کو خوبصورت کر دکھایا ہے۔

اس آیت میں لفظ "سَوَّلَتْ" اس سازش کی حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے۔ عربی زبان میں لفظ تسویل کے معنے امام راغبؒ نے یوں کئے ہیں:۔

تصویر القبیح منه بصورة الحسن

کسی قبیح چیز کو اچھے رنگ میں پیش کرنا۔

سَوَّلَ لَهُمْ کے معنے ہیں ان کے لئے سجایا۔ عربی محاورہ میں عرب اُسے تسویلاً کہتے ہیں۔ هذا من تسويلات الشيطن۔ یعنی یہ شیطان کی طرح سازش

سے ہے۔

حضرت یوسفؑ کنوئیں سے باہر

ایک طرف خدا کی تقدیر کام کر رہی تھی اور دوسری طرف انسانی سازش بظاہر کامیاب ہوتی نظر آتی ہے مگر درپردہ حکمتِ ربانی واقعات کی ترتیب کے مطابق حضرت یوسفؑ کو نئی زندگی اور نئی زمین اور نیا آسمان دکھانا چاہتی ہے۔

ادھر والد اور بیٹوں کے درمیان گفتگو ہو رہی ہے۔ بیٹے والد کو قائل کر رہے ہیں مگر پیغمبرانہ فراست انکو جھٹلا رہی ہے۔ کیونکہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی رؤیا کی تعبیر یہ کی ہوئی ہے کہ آپ کو انعامِ نبوت سے نوازا جائے گا اور آپ کو علمِ تاویل دیا جائیگا۔ خدا کی بات پوری ہو کر رہے گی۔ زمین و آسمان بدل سکتے ہیں مگر خدا کی بات نہیں بدل سکتی۔ ادھر ایک تجارتی قافلہ جو شام سے مصر کو اپنے ساز و سامان کے ساتھ جا رہا تھا ان کو پانی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ پانی لینے کے لئے ڈول کنوئیں میں ڈالا جاتا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے ڈول کو پکڑ لیا۔ ڈول اوپر آیا تو عجیب انداز میں قافلہ والے نے کہا:۔

"یٰبُشْرٰی هٰذَا غُلٰمٌ"

خوشخبری! یہ لڑکا ہے!

اس تجارتی قافلہ نے حضرت یوسفؑ کو قرآنی بیان کے مطابق

اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ط

آپ کو بطور تجارتی مال کے چھپا لیا۔

اور مصر روانہ ہو جاتے ہیں۔

مفسّرین نے اس مقام پر دو روائیں بیان کی ہیں:۔

۱۔ یوسفؑ کے بھائیوں نے کنوئیں سے نکالے جانے کے بعد اپنا بھاگا ہوا غلام کہہ کر قافلہ کے پاس فروخت کر دیا۔ قرآنی الفاظ میں یہ احتمال بھی موجود ہے۔

۲۔ قافلہ نے یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال کر مصر کی منڈی میں فروخت کر دیا۔

قرآن کریم سے اس واقعہ کے سیاق و سباق پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قافلہ نے ہی کنوئیں سے نکال کر مصر کی منڈی میں بہت کم قیمت پر فروخت کر دیا تھا واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض حضرت یوسفؑ ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ جو بقول تورات اسمٰعیلیوں کا قافلہ تھا مصر میں پہنچ گئے۔

حضرت یوسفؑ مصر میں

سرزمین کنعان میں ہر شخص واقف تھا کہ حضرت یوسفؑ پیغمبر زادہ ہیں۔ آپ کی قدر و منزلت تھی لیکن اب آپ مصر میں ایک دیہاتی غلام کی حیثیت میں لائے جا رہے ہیں۔ بھائیوں نے سازش کی اور اس معصوم کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ کنوئیں سے نکلنے پر یہ غلام بنا لئے گئے اور اب مصر کی منڈی میں ان کو بٹھلا دیا گیا کتنا بڑا ابتلاء ہے۔ والد سے جدا، ماحول سے دور، چھوٹا بھائی الگ، اور ہر قسم کے حسنِ سلوک سے دور

اور والدہ پہلے ہی فوت ہوگئی ہے۔

"مدیانیوں نے اسے مصر میں فوطیفار
کے ہاتھ جو فرعون کا ایک حاکم اور
جلو داروں کا سردار تھا بیچا۔"
(پیدائش $\frac{۳۷}{۳۶}$)

مصر کے بارونق بازار غلاماں میں شاہی خاندان کا ایک فرد اور حاکم اعلیٰ فوطیفار بڑے جاہ وجلال سے داخل ہوتا ہے۔ اس کی نگاہ حضرت یوسفؑ پر جم جاتی ہے۔ ایک دیہاتی ماحول کا لڑکا مصر کی منڈی سے خرید لیا جاتا ہے اور وہ شاہی خاندان کے فلک بوس محل میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ قدرتِ الٰہی کا ایک اعجاز اور کرشمہ ہے۔ یہ حضرت یوسفؑ کی جبری ہجرت تھی اور اس ہجرتِ مصر کے ہر مرحلہ اور موڑ پہ مشیتِ ایزدی کارفرما ہے۔ مصری رئیس فوطیفار نے آپ کی پیشانی مبارک پر نیک اثرات دیکھے اور وہ اپنی بیوی سے یوں مخاطب ہوتا ہے:۔

اَکْرِمِیْ مَثْوٰىهُ
اس کی رہائش کی جگہ باعزت بنا کیونکہ
عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا
امید ہے کہ یہ لڑکا ہمارے لئے نفع رساں ثابت ہوگا یا اسے ہم اپنا بیٹا ہی بنالیں گے۔

اس حسنِ سلوک اور عزت افزائی کا نتیجہ یہ ہوا:۔
كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ
وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ
اس ذریعہ سے ہم نے یوسف کو اس علاقہ میں قدر و منزلت دی اور یہ مقام ہم نے اس کو اسلئے دیا تھا تاکہ ہم تعبیرِ رؤیا کی حقیقت کا علم اُسے دیں۔

تاویل الاحادیث سے مراد صرف تعبیرِ رؤیا ہی نہیں ہے بلکہ معاملات کو سلجھانا اور اہم امور کو سرانجام دینا بھی ہے۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ
یہ سب کچھ ہوکر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم اور فیصلہ کو پورا کرنے کے لئے طاقت رکھتا ہے۔ اب حضرت یوسفؑ اس شاہی محل میں صاحبِ اختیار ہیں آپ کی لیاقت، حُسنِ انتظام اور انصرام کا ہر جا چرچا اور شہرہ ہے۔ اس خاندان کے داخلی وخارجی معاملات کی پیچیدگیوں اور گتھیوں کے سلجھانے میں آپ کے مشورہ اور رائے کو تسلیم کیا جاتا ہے اور آپ کی شخصیت کو بابرکت یقین کیا جاتا ہے۔ توریت آپ کی پوزیشن کا ذکر یوں کرتی ہے:۔

"اور خداوند یوسف کے ساتھ تھا اور وہ اقبالمند ہوا اور اپنے مصری آقا کے گھر میں رہتا تھا اور اس کے آقا نے دیکھا کہ خداوند اس کے ساتھ ہے اور جس کام کو وہ ہاتھ لگاتا ہے خداوند اس میں اسے اقبالمند کرتا ہے چنانچہ یوسف اس کی نظر میں مقبول ٹھہرا اور وہی اس کی خدمت کرتا تھا اور اس نے اسے اپنے گھر کا مختار بنا کر اپنا سب کچھ اسے سونپ دیا اور جب اس نے اسے گھر کا اور سارے

مال کا مختار بنایا تو خداوند نے اس مصری کے گھر میں یوسف کی خاطر برکت بخشی اور اس کی سب چیزوں پر جو گھر میں اور کھیت میں تھیں خداوند کی برکت ہونے لگی اور اس نے اپنا سب کچھ یوسف کے ہاتھ میں چھوڑ دیا اور سوا روٹی کے جسے وہ کھا لیتا تھا اسے اپنی کسی چیز کا ہوش نہ تھا۔"

(پیدائش ۳۹ ۲ تا ۶)

حضرت یوسفؑ کی عفت

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی صلاحیتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اور جب وہ (حضرت یوسفؑ) اپنی قوت کی عمر کو پہنچا تو ہم نے اسے فیصلہ کرنے کی فراست اور خاص علم بخشا اور حقیقی نیکوکاروں کو ہم اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت یوسفؑ کے مقام اور آپ کی عفت کا ذکر فرمایا ہے۔ اب حضرت یوسفؑ عزیز مصر کے گھر میں حسن اخلاق کی وجہ سے محبوب ہیں۔ یہاں آپ کو نہایت ہی خطرناک ابتلاء اور آزمائش سے واسطہ پڑا۔ رئیس مصر کی بیوی جسے قرآنی اصطلاح میں امرأۃ العزیز یعنی عزیز کی بیوی کہا جاتا ہے۔ لفظ عزیز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ظیفہ دار صاحب حیثیت شخص تھا کیونکہ عزیز کے معنے صاحب اختیار شخص کے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس عورت کا نام مذکور نہیں اور نہ ہی تورات میں مذکور ہے۔ عوام الناس میں اس عورت کا نام زلیخا مشہور ہے۔ یہ نام منگھڑت اور بناوٹی ہے اور اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ یہ فرضی نام ہے۔

یہ عورت ایک دن اپنے جذبات سے باہر ہو گئی اور حضرت یوسفؑ سے محبت کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ قرآن کریم اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے:-

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّـفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْۤ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

کہ جس عورت کے گھر میں وہ (یوسف) تھا اس نے اس کی مرضی کے خلاف ایک فعل کروانا چاہا اور مکان کے تمام دروازے بند کر دیئے اور کہا کہ میری طرف آ جا۔ اس نے کہا اللہ کی پناہ! یقیناً وہ میرا آقا ہے اس نے میری رہائش کی جگہ اچھی بنائی ہے۔ بات یہی ہے کہ ظالم کامیاب نہیں ہوا کرتے۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ مقام نبوت پر سرفراز ہونے والا اس قسم کے ناپاک عمل کی جسارت کرتا۔ والعیاذ باللہ۔ تورات میں ہے:-

"اس کے آقا کی بیوی کی آنکھ یوسف پر لگی اور اس نے اس سے کہا کہ میرے ساتھ

ہمبستر ہو لیکن اس نے انکار کیا۔"
(پیدائش $\frac{۳۹}{۷}$)

یہ حضرت یوسفؑ کی عفت اور عصمت کا امتحان تھا۔ حضرت یوسفؑ انتہائی حسین و جمیل ہیں اور قرآن کریم آپ کی جوانی اور صحت کا ذکر کرتا ہے وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ یعنی جب حضرت یوسفؑ اپنی قوت اور مضبوطی کو پہنچے۔ دوسری طرف شاہی خاندان کے معزز اور صاحب اختیار فرد کی بیوی ہے عورت کی طرف سے اصرار، اشتیاق اور التجا کا مظاہرہ ہے مگر پیکرِ عفت و عصمت اس عورت کو کہتا ہے:۔

مَعَاذَ اللّٰهِ

میں ایسا کرنے سے خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ حضرت یوسفؑ کی سیرت اور کردار کا بڑا بلند مقام ہے خدا تعالیٰ اس آزمائش کا ذکر یوں کرتا ہے:۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ج
لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ط

اس عورت نے یوسف کے متعلق اپنا ارادہ پختہ کر لیا اور اس (یوسف) نے بھی اس کے متعلق اپنا ارادہ (محفوظ رہنے کا) پختہ کر لیا۔ اگر اس نے اپنے رب کا روشن نشان نہ دیکھا ہوتا تو اس کی طرف مائل ہو جاتا۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ٥

یقیناً یوسف ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھا۔

الغرض حضرت یوسفؑ اس ابتلاء اور آزمائش میں سو فیصدی کامیاب ہوتے ہیں۔ قدرت خداوندی آپ کی نصرت اور حفاظت کر رہی ہے۔

بہتانِ عظیم سے حضرت یوسفؑ کی بریّت

یہ واقعہ کیسے ہوا؟ اور کس طرح حضرت یوسفؑ بری ہوئے؟ اس واقعہ کے دوران عورت اور آپ کے درمیان باقاعدہ کشمکش اور دوڑ دھوپ ہوتی ہے۔ عورت نے گھر کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے تاکہ حضرت یوسفؑ بھاگ نہ سکیں قرآن مجید اس کا ذکر یوں کرتا ہے:۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ
قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ

اور وہ دونوں دروازہ کی طرف دوڑے اور اس عورت نے آپ کی قمیص کو پیچھے سے کھینچ کر پھاڑ دیا۔

تورات میں اس واقعہ کا ذکر یوں آیا ہے:۔

"اور ایک دن یوں ہوا کہ وہ اپنا کام کرنے کے لئے گھر میں گیا اور گھر کے آدمیوں میں سے کوئی بھی اندر نہ تھا۔ تب اس عورت نے اس کا پیراہن پکڑ کر کہا کہ میرے ساتھ ہمبستر ہو۔ وہ اپنا پیراہن اس کے ہاتھ میں چھوڑ کر باہر بھاگا اور باہر نکل گیا۔"
(پیدائش $\frac{۳۹}{۱۲-۱۳}$)

عین اس وقت جبکہ یوسف دوڑتے ہوئے محل سے باہر نکل رہے ہیں اور عورت آپ کا تعاقب کر رہی ہے عزیز مصر فوطیفار دروازہ کے پاس آموجود ہوتے

ہیں عورت نے دیکھتے ہی کہا:۔

مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوٓءًا
اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

کہ جو آپ کے اہل سے بدی کرنا چاہے اسکی سزا سوائے اس کے کوئی نہیں ہونی چاہیئے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اسے کوئی دردناک عذاب دیا جائے۔

حضرت یوسفؑ پیکرِ عصمت و عفت تھے انہوں نے انتہائی جراءت سے کہا:۔

هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ

اس عورت نے مجھے میری مرضی کے خلاف ورغلا کر ایک فعل کروانا چاہا تھا۔

اس باہمی گفتگو کے وقت جبکہ عورت اپنی بدی پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے خاوند پر بر اثر ڈال رہی ہے کہ سارا قصور اس بدوی کنعانی کا ہے حضرت یوسفؑ اس کی تردید فرما رہے ہیں۔ قدرت خداوندی آپ کو اس بہتان سے بری کرنا چاہتی ہے۔ اس عورت کے خاندان میں سے ایک شخص نے معقول طریق فیصلہ پیش کیا کہ یوسف کی قمیص کو دیکھا جائے۔ اگر یوسف کی قمیص سامنے کی طرف سے پھٹی ہوئی ہے تو عورت یقیناً اپنے اتہام میں سچی ہے اور یوسف (العیاذ باللہ) اپنے قول میں غلط بیانی کر رہے ہیں لیکن اگر قمیص پچھلی طرف سے پھٹی ہوئی ہے تو عورت غلط بیانی کر رہی ہے۔

عورت کے خاوند نے اس کے مطابق حضرت یوسفؑ کی قمیص کو دیکھا تو وہ ایسے طریق سے پیچھے سے پھٹی ہوئی پائی گئی جیسا کہ باقاعدہ اس کا تعاقب کیا گیا ہے۔ قمیص کی اس حالت سے اصل حقیقت کھل گئی۔ اس پر وہ اپنی بیوی سے یوں مخاطب ہوا:۔

اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ○

یقیناً یہ تمہاری چالاکی اور فریب سے ہوا ہے۔
تم عورتوں کا مکر بہت بڑا ہوتا ہے۔

عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کی براءت کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا:۔

يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۫

اے یوسف اس امر کو جانے دیجئے!۔

اور اپنی بیوی سے کہا:۔

وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ښ اِنَّكِ
كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ○

اے عورت! تو اپنے گناہ کی بخشش طلب کر یقیناً تو خطاکاروں میں سے ہے۔

اس طرح حضرت یوسفؑ بری قرار پاتے ہیں۔

عورتوں میں چرچا

اب یہ واقعہ صرف شاہی محل اور اس کے افراد تک محدود نہیں رہتا بلکہ سارے شہر میں اس کا چرچا ہو جاتا ہے عزیز مصر کی بیوی کے خلاف ہر جگہ ملامت اور لعنت کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امر کو یوں بیان فرمایا ہے:۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ
الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ○
قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

کہ اس شہر کی بعض عورتوں نے کہا کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام سے اس کی مرضی کے خلاف بُرا فعل کروانا چاہتی ہے اور اس کی محبت نے اُس کے دل کی گہرائیوں میں گھر کر لیا ہے ہم اس معاملہ میں اسے کھلی غلطی پر دیکھتی ہیں۔"

عزیز مصر کی بیوی اس قسم کی مسموم فضا کو کب برداشت کر سکتی تھی۔ چنانچہ ان عورتوں کی سرگوشیوں اور تنقید کے پیش نظر عزیز کی بیوی نے ایک پُر تکلف دعوت کا اہتمام کیا۔

حضرت یوسفؑ جیل میں

قرآنی بیان کے مطابق عزیز مصر کی بیوی نے خواتینِ مصر کو ایک پُر تکلف دعوت میں مدعو کیا جس میں قسما قسم کے کھانے اور پھل چُنے گئے اور چھریاں بھی رکھ دی گئیں۔ جب ان عمائدینِ سلطنت کی بیگمات نے پھل کاٹنے کے لئے چھریاں پکڑی ہوئی تھیں تو عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسفؑ کو آواز دی

أُخْرُجْ عَلَيْهِنَّ

یوسف! ان خواتین کے سامنے باہر آئیں۔

حضرت یوسفؑ کا مشاہیر مصر کی بیگمات کے سامنے آنا تھا کہ آپ کے رُخِ مبارک کو دیکھتے ہی یہ خواتین حیرت و استعجاب میں پڑ جاتی ہیں اور اپنی انگلیاں دانتوں میں دبا لیتی ہیں جیسا کہ عورتوں کی عمومی عادت ہوتی ہے۔ انہوں نے حضرت یوسفؑ کی معصومیت اور بلند مرتبہ کی شہادت دیتے ہوئے کہا۔

حَاشَ لِلّٰهِ

کہ حضرت یوسف محض خدا تعالیٰ کے خوف سے بدی کے ارتکاب سے ڈرتے ہیں۔

مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝

آپ بشر نہیں ہیں یہ تو پاکیزگی اور طہارت کی وجہ سے بلند اخلاق کے فرشتہ ہیں۔

اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ حضرت یوسفؑ کی برارت اُس عورت سے کروا رہا ہے جس نے آپ پر الزام لگایا، جس نے آپ کو بدی کے ارتکاب کے لئے بلایا اور اب قرآنی بیان کے مطابق وہ اس موقعہ پر ان خواتین کو مخاطب کرتی ہے:-

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ

کہ یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق تم نے مجھے ملامت کی ہے

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ط

یقیناً میں نے اس سے اس کی مرضی کے خلاف ایک بُرا عمل کروانے کی کوشش ضرور کی تھی مگر یہ معصوم رہا اور اس پر کسی قسم کا الزام نہیں ہے۔

اس کے آگے قرآنی بیان نے معاملہ کو اور واضح کر دیا ہے۔ عزیز مصر کی بیوی نے جہاں اپنی غلطی اور اپنے میلان اور خواہش کا اعتراف کیا وہاں حضرت یوسفؑ کے معصوم ہونے پر بھی شہادت دی لیکن اب اس سے بڑھ کر اپنی خواہش کا دوبارہ یوں اظہار کرتی ہے:-

وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝

کہ اگر یوسف نے اس بات کو نہ مانا جس کا میں اُسے حکم دیتی ہوں تو یقیناً اُسے قید کر دیا جائیگا

اور وہ یقیناً ذلیل ہوگا۔

یہ وہ دھمکی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عزیز مصر کی بیوی اپنی خواہش کے منوانے کے لئے حضرت یوسفؑ کو ذلیل کرنا چاہتی ہے اور اپنے اثر ورسوخ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر حضرت یوسفؑ کی جان اور عزت پر حملہ آور ہے۔

پیکرِ عفت و عصمت حضرت یوسفؑ کے لئے یہ بھی ایک ہولناک ابتلاء تھا۔ آپ اِن دھمکیوں کو یاد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر جھک جاتے ہیں اور کہتے ہیں :-

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ ج ....

اے میرے رب! جس بات کی طرف وہ مجھے بُلاتی ہیں اس کی نسبت قیدخانہ میں جانا مجھے زیادہ محبوب ہے۔ اور تیری مدد کے بغیر میں اِس ماحول سے بچ نہیں سکتا۔

یہ وہ دُعا تھی جس میں انابت، خداترسی اور استغفار کی رُوح پائی جاتی ہے۔ اس دُعا میں کتنی مظلومیت ہے۔ یہ دعا آپ کی سیرتِ مبارکہ کا شاہکار ہے۔ اِس دُعا سے معلوم ہوتا ہے کہ جس معاشرہ میں حضرت یوسفؑ کا قیام ہے وہ معاشرہ بے حیائی اور فحاشی کا معاشرہ ہے۔ اِس قسم کی برملا دعوتِ گناہ! اور پھر دھمکی!! ذلت، رسوائی اور جیل کی سزا۔

آپ کی دُعا خدا تعالیٰ کے حضور قبول ہوجاتی ہے اور آپ اس دفعہ بھی اس ابتلاء سے محفوظ رہتے ہیں۔

اب شہر میں چرچا ہو جاتا ہے کہ یوسف پر کوئی الزام نہیں لیکن عزیز مصر پر اپنی بیوی کا اثر ہے اسے اس کی عزت کا خیال ہے، اپنی شخصیت اور اقتدار کا سوال ہے۔ اس بدنامی سے بچنے اور بدشہرت کو روکنے کے لئے ارباب حل و عقد نے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت یوسفؑ کو قید میں ڈال دیا جائے۔ اس فیصلہ میں کئی مشاہیر شامل ہیں کیونکہ قرآن کریم نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ جمع کے ہیں۔

ثُمَّ بَدَا لَھُمْ

پھر ان لوگوں کی یعنی قوم کے سرداروں کی اِن آثار کے دیکھنے کے باوجود یہ رائے ہوگئی کہ یوسف کو قید میں ڈال دیا جائے۔

قیدخانہ میں تائیدِ ایزدی

یہ قید تیسرا ابتلا تھا جس سے حضرت یوسفؑ کو گزرنا پڑا۔ حضرت یوسفؑ اپنے گھر سے ایک منظم سازش سے نکالے جاتے ہیں۔ انہیں کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔ باپ اور بھائی سے (ظاہری طور پر) ہمیشہ کے لئے جُدا کر دیئے جاتے ہیں۔ غلاموں کی منڈی میں فروخت ہوتے ہیں۔ منڈی سے شاہی محل میں جاتے ہیں تو ایک ہولناک الزام اُن پر لگایا جاتا ہے اور انہیں قیدخانہ میں محبوس کر دیا جاتا ہے۔

خدا کی قدرت اور اس کی غیر معمولی تائید کا ہاتھ قیدخانہ میں بھی نظر آتا ہے۔ سارے واقعات کی ترتیب میں خاص مصلحت ربانی کام کر رہی ہے۔ قیدخانہ آپ کے لئے گلستان بن جاتا ہے۔ آپ کی

پاکیزہ سیرت وصورت اور مکارم اخلاق نے داروغہ جیل پر خاص اثر ڈالا اور اس کو آپ کے ساتھ قلبی محبت ہوگئی اور وہ آپ کا فریفتہ ہوگیا۔ تورات کا بیان ملاحظہ ہو:۔

"اور یوسف کے آقا نے اس کو لیکر قیدخانہ میں جہاں بادشاہ کے قیدی بند تھے ڈال دیا۔ سو وہ وہاں قیدخانہ میں رہا۔ لیکن خداوند یوسف کے ساتھ تھا۔ اس نے اس پر رحم کیا اور قیدخانہ کے داروغہ کی نظر میں اسے مقبول بنایا۔ اور قیدخانہ کے داروغہ نے سب قیدیوں کو جو قید میں تھے یوسف کے ہاتھ میں سونپا اور جو کچھ وہ کرتے اسی کے حکم سے کرتے تھے۔ اور قیدخانہ کا داروغہ سب کاموں کی طرف سے جو اس کے ہاتھ میں تھے بے فکر تھا۔"

(پیدائش ۳۹: ۲۰ تا ۲۳)

حضرت یوسفؑ قید میں زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ اور قیدی بھی شامل ہیں۔ ہر قیدی آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ آپ کی ہر حرکت میں اخلاق اور پاکیزگی کی روح ہے۔ قیدیوں کے معاملات کا انتظام و انصرام آپ کے ہاتھ میں ہے۔ خدا کی قدرت کہ جس وقت آپ کو قیدخانہ میں لایا جاتا ہے آپ کے ساتھ دو اور قیدی بھی لائے جاتے ہیں۔ فرعون مصر اپنے کارندوں میں سے دو پر ناراض ہوگیا۔ ان میں سے ایک شاہی ساقی تھا اور دوسرا نان پز تھا۔ جیل کے جس حصہ میں حضرت یوسفؑ محبوس ہیں ان کو بھی وہیں قید کر دیا جاتا ہے۔ ان دونو نے خواب دیکھے۔ چونکہ حضرت یوسفؑ کی پاکیزہ شخصیت قیدخانہ میں جاذب نظر تھی تعبیر کے معلوم کرنے کے لئے ان قیدیوں کی نگاہ انتخاب حضرت یوسف پر پڑی۔

شاہی ساقی نے خواب میں دیکھا تھا:۔

إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۚ

میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں۔

نان پز نے خواب دیکھا:۔

إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ

میں اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔

خوابوں کی تعبیر سے پہلے آپ نے ان کو کہا کہ خدا تعالیٰ نے اس امر میں میری خاص تربیت فرمائی ہے اسلئے ان خوابوں کی تعبیر میں تم کو ضرور بتلاؤنگا۔ آپ نے ان کے استعداد اور تعلق و توجہ کی بنا پر ہستی باری تعالیٰ کی تائید میں دلائل دیئے۔ شرک باللہ کے خلاف واعظانہ رنگ میں خطاب کیا۔ پھر یوں تعبیر بیان فرمائی:۔

انگور نچوڑنے والے کو بتلایا کہ تم بری ہو جاؤگے اور تم اپنے آقا کو پھر انگور پلاؤگے۔

دوسرے نان پز کو بتلایا کہ وہ سولی دے کر

مارا جائے گا۔ پرندے اس کی نعش پر سے گوشت کھائیں گے اور اس امر کا فیصلہ خدا کے حضور ہو چکا ہے۔

جس شخص کو آپ نے یہ بتلایا تھا کہ وہ بَری ہو جائے گا اور بادشاہ مصر (فرعون) کی خدمت کرے گا اس کو آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ :-

اُذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ

اپنے آقا فرعون کے پاس میرا ذکر کرنا لیکن جب وہ شخص رہا ہو کر فرعونِ مصر کے پاس گیا تو وہ حضرت یوسفؑ کا ذکر کرنا بھول گیا اور آپ بدستور قیدخانہ میں ہی رہے۔

فرعون کا خواب

اس واقعہ کے بعد فرعونِ مصر نے ایک رؤیا دیکھا فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا :-

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ○

کہ میں (خواب میں) سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جنہیں سات دُبلی (گائیں) کھا رہی ہیں اور سات سبز بالیں (دیکھتا ہوں) اور چند اور بالیں بھی خشک ہیں۔ اے اکابرِ قوم لوگو! اگر تم رؤیا کی تعبیر کر سکتے ہو تو مجھے میری رؤیا کے متعلق تعبیر بتاؤ۔

اس خواب کو درباری علماء نے نہ تو سمجھا اور نہ ہی اس کو اہمیت دی بلکہ بالعکس اس کے انہوں نے فرعون کی خواب کے متعلق کہا :-

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ

یہ تو پراگندہ خوابیں ہیں۔

مندرجہ بالا خواب اور درباری علماء اور مذہبی شخصیتوں کے اس موقف پر شاہی ساقی کو حضرت یوسفؑ کی شخصیت یاد آ گئی اور فرعون کی اجازت سے قیدخانہ میں اس خواب کی تعبیر دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا قرآن کریم میں اس امر کا ذکر یوں آیا ہے :-

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ .... الخ

اے یوسف! اے راستباز ہمیں ان سات موٹی گائیوں ..... کے بارے میں بتلائیے۔ حضرت یوسفؑ نے شاہی ساقی کو فوراً یہ تعبیر بتلائی :-

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ○

کہ تم لوگ سات برس لگاتار جدوجہد سے کاشت کرو گے پس اس عرصہ میں جو کچھ تم کاٹو اس کو سوائے تھوڑے سے حصہ کے جو تم کھا لو اس کی بالوں میں ہی کا رہنے دینا۔

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ○

پھر اس کے بعد سات سال سخت تنگی کے آئینگے
اور سوائے اس قلیل مقدار کے جسے تم پس انداز
کرلوگے وہ اس تمام غلّہ کو جو تم نے پہلے سے
جمع کر چھوڑا ہوگا کھا جائیں گے (یعنی غلّہ قریباً
ختم ہوجائے گا۔)

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيهِ
يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ○

پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس
میں لوگوں کی فریاد سُنی جائے گی اور وہ
خوشحال ہوجائیں گے اور انگور نچوڑیں گے
(یا ایک دوسرے کو تحفہ دیں گے)

فرعونِ مصر کا خواب جسے درباری علماء نے اضغاث احلام یعنی پراگندہ خوابوں کا مجموعہ قرار دیا تھا اس کی تعبیر حضرت یوسفؑ نے کی جس میں ایک ہی وقت میں خوشکن خبر تھی اور خواب کے دوسرے حصہ میں تنگی کا ذکر تھا۔ اور اس تنگی کے ازالہ کے لئے تریاق بھی تعبیر میں بیان کردیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت یوسفؑ کی تعبیر کا خلاصہ یوں ہے :۔

سات سال غلّہ کی پیداوار فراوانی سے
ہوگی اور پھر آئندہ سات سال خطرناک قسم کا
قحط رونما ہوگا اسلئے جو غلّہ استعمال کے بعد
فاضل رہ جائے اس کو خوشوں کے اندر ہی
رہنے دیا جائے اور یہ ذخیرہ قحط سالی کے
سات سالوں میں کام آئے گا۔ اس کے بعد
ایک سال ہوگا "فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ"
جس میں موسلا دھار بارش کثرت سے ہوگی
اور ہر چیز کی عام فراوانی ہوگی۔ لوگ پھلوں
کے رس نچوڑیں گے۔

اس تعبیر کو سُن کر فرعونِ مصر بہت ہی متعجب ہوا کیونکہ آنے والی مصیبت کی اطلاع پہلے سے دی گئی تھی۔

حضرت یوسفؑ دربارِ مصر میں

اب حضرت یوسفؑ کی ذہانت و فراست کا عام چرچا ہونے لگا۔ اس تعبیر کا اظہار عوام و خواص کی نوکِ زبان ہے۔ بادشاہ نے اس پیش آمدہ خطرہ کے ازالہ کے لیے بڑا اہتمام کیا۔ فرعونِ مصر کو ایک ایسی اہم شخصیت کی ضرورت محسوس ہوئی جو اس خطرہ کا ازالہ کرسکے اور ملک کو بحران سے محفوظ رکھے۔ بادشاہ نے اس تعبیر کو سُن کر حضرت یوسفؑ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے :۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ

اور فرعونِ مصر (مؤرخین نے اس زمانہ کے فرعون کا نام ریّان تحریر کیا ہے) نے یہ تعبیر سُن کر کہا کہ یوسف کو میرے پاس لے آؤ۔

فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ

جب بادشاہ کا ایلچی (نمائندہ) حضرت یوسفؑ کے پاس پیغام لے کر آیا تو آپ نے چاہا کہ میرے معاملہ کے متعلق فرعونِ مصر کو تحقیق کرنی چاہیئے تاکہ مجھ پر کوئی الزام نہ رہے اور مجھ پر فرعونِ مصر کا کوئی احسان نہ ہو۔ آپ نے غیرتِ ایمانی، عزّتِ نفس اور بلند مقام کا مظاہرہ

کیا۔ آپ نے فوری طور پر قیدخانہ سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ کو اس کے نمائندہ کے ہاتھ یہ پیغام دیا:۔

مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ

کہ ان عورتوں کی کیا کیفیت ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔

اِنَّ رَبِّیْ بِکَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ۝

میرا رب ان کے منصوبے کو یقیناً جاننے والا ہے۔

گزشتہ واقعات کی ترتیب حضرت یوسفؑ کو بالکل بری قرار دیتی ہے۔ آپ قیدخانہ میں بالکل بے گناہ اور سازش کے ماتحت زندگی گزار رہے ہیں۔

جب فرعون کو آپ کا یہ پیغام پہنچا تو اس نے اصل واقعہ کی تفتیش شروع کی۔ خواتین مصر جو اس دعوت اور تقریب میں شامل تھیں اور ان خواتین میں عزیز مصر کی بیوی بھی تھی ان سے آپ کے متعلق دریافت کیا۔

مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ

کہ تمہارا وہ اہم معاملہ کیا تھا جبکہ تم نے یوسف کو اس کی مرضی کے خلاف ایک بُرے فعل پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی؟

ان خواتین مصر نے جواباً کہا:۔

حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ

کہ ہم نے اس سے کوئی بُرا عمل نہیں دیکھا۔ وہ خدا کی خاطر بدی کے ارتکاب سے ڈرتا تھا۔ اس موقعہ پر عزیز مصر کی بیوی نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور حضرت یوسفؑ کی عفت و عصمت کی گواہی دی۔ اس نے اس سارے واقعہ سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا:۔

اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

میں نے ہی اس سے اس کی مرضی کے خلاف بُرا فعل کرانے کی کوشش کی تھی اور یوسف یقیناً راستبازوں میں سے ہے۔

یوسفؑ فرعون کے دربار میں

اس تحقیق کے نتیجہ میں فرعون مصر کا شوق بڑھ گیا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ج

بادشاہ نے کہا کہ یوسف کو میرے پاس لاؤ تاکہ میں اسے اپنے خاص کاموں کے لیے منتخب کر لوں۔

حضرت یوسفؑ شاہی احکام کے مطابق قیدخانہ سے شاہی دربار میں لائے جا رہے ہیں۔ فرعون مصر اور حضرت یوسفؑ کی باہمی ملاقات ہوتی ہے:۔

فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ۝

جب بادشاہ نے یوسفؑ سے گفتگو کی تو کہا کہ آج سے تو ہمارے ہاں معزز مرتبہ والا اور دیانتدار کارکن ہوگا۔

اس ملاقات کے نتیجہ میں آپ کو ملک مصر میں اعزاز دیا گیا۔ تورات میں لکھا ہے:۔

"فرعون نے اپنے خادموں سے کہا کہ کیا ہم کو ایسا آدمی جیسا یہ ہے جس میں خدا کی روح ہے مل سکتا ہے؟ اور فرعون نے یوسف سے کہا کہ چونکہ خدا نے تجھے یہ سب کچھ سمجھا دیا ہے

اسلئے تیری مانند دانشور اور عقلمند کوئی نہیں سو تُو میرے گھر کا مختار ہوگا اور میری ساری رعایا تیرے حکم پہ چلے گی۔ فقط تخت کا مالک ہونے کے سبب سے میں بزرگتر ہوں گا۔ اور فرعون نے یوسف سے کہا کہ دیکھ میں تجھے سارے ملک مصر کا حاکم بناتا ہوں اور فرعون نے اپنی انگشتری اپنے ہاتھ سے نکال کر یوسف کے ہاتھ میں پہنا دی۔" (پیدائش باب ۴۱)

حضرت یوسفؑ سے فرعونِ مصر نے آنیوالے قحط کا ذکر کیا تھا کہ اس کے متعلق عملی اقدام کیا کرنا چاہیئے؟ حضرت یوسفؑ نے فرمایا:-

اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝

مجھے سرزمینِ مصر کے خزانوں پر مقرر کردیں کیونکہ میں یقیناً خزانوں کی بہترین حفاظت کرنے والا اور ان کے خرچ کو خوب سمجھنے والا ہوں۔

اب آپ مشیت ایزدی سے حکومت کے ذمہ دار عہدہ پر متمکن ہیں۔ اللہ اکبر! سبحان اللہ!! وہ لڑکا جو ملکِ کنعان سے آکر مصر کی منڈی میں فروخت ہوا تھا آج وہ حکومت کے ذمہ دار عہدہ پر متمکن ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کے اس بلند و بالا مقام کا اظہار یوں کیا ہے:-

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۚ ... وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اور اس طرح (مناسب حالات پیدا کرکے) ہم نے یوسف کو اس ملک میں ایک با اختیار عہدہ عطا کیا۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق جہاں کہیں چاہتا ٹھہرتا۔ ... ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

ملک مصر میں قحط

فرعونِ مصر کی خواب کے مطابق ملک میں شدید قسم کا قحط پڑا اور اس کے ہولناک اثرات قریبی علاقوں میں بھی دیکھے گئے۔ مصر میں تو حضرت یوسفؑ کی ذاتی اور شب و روز کی محنت سے وافر غلہ ذخیرہ کرلیا گیا تھا اور دوسری طرف پیداوار غیر معمولی طور پر بڑھ گئی تھی مگر دوسرے قرب و جوار کے علاقوں میں صورتِ حال انتہائی نازک صورت اختیار کرگئی۔ حضرت یوسفؑ جیسے قابل، مدبر اور ذہین نگران نے غلہ کی تقسیم کا باقاعدہ انتظام کیا اور راشن سسٹم جاری کردیا گیا۔

ملک مصر کی منڈی غذا اور اجناس میں شہرہ آفاق ہوگئی۔ قحط نے اپنی ہولناکی دکھائی تو حضرت یعقوبؑ کا خاندان بھی اس قحط کے پیشِ نظر مجبور ہوا کہ ملکِ مصر میں آکر غلہ حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝

اور (اس قحط کے زمانہ میں) یوسفؑ کے بھائی بھی (اس ملک میں آئے) اور اس کے حضور حاضر ہوئے۔ اس نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا مگر وہ اسے نہ پہچان سکے۔ اس موقعہ پر تورات میں جو گفتگو حضرت یوسفؑ

اور اُن کے بھائیوں کی مذکور ہے اس میں انہوں نے اپنے باپ حضرت یعقوبؑ اور خاندان کے کوائف بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا:۔

"تیرے غلام بارہ بھائی ایک ہی شخص کے بیٹے ہیں جو ملک کنعان میں ہے۔ سب سے چھوٹا اس وقت ہمارے باپ کے پاس ہے اور ایک کا کچھ پتا نہیں" (پیدائش باب ۴۲)

بھائیوں نے اپنے مصر میں آنے کی وجہ بیان کی اور غلّہ کی درخواست کی۔

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَكُمْ مِنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ○

اور جب یوسف نے انہیں اُن کا سامان دے کر (واپسی کے لئے) تیار کیا تو (ان سے) کہا کہ تمہارے باپ کی طرف سے جو تمہارا بھائی ہے اب کے اُسے بھی اپنے ساتھ میرے پاس لانا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں ماپ پورا دیتا ہوں اور تیز میں مہمان نواز ہوں۔

اور ساتھ ہی آپ نے سختی کا پہلو بھی اختیار فرمایا:۔

فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ○

کہ اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو سمجھ لو کہ میرے پاس تمہیں تول کر دینے کے لئے کچھ نہیں ہوگا اور اس صورت میں تم میرے قریب نہ پھٹکنا۔

بھائیوں نے جواب میں بیک زبان کہا:۔

سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ○

ہم ضرور اس کے متعلق اس کے باپ کو پھسلانے کی کوشش کریں گے اور ہم یقیناً یہ کام کر کے رہیں گے۔

اس قافلہ کی روانگی کے وقت حضرت یوسفؑ کے حکم اور ایماء سے اُن کی ادا کی ہوئی رقم بھی ان کے بوروں میں رکھ دی گئی تاکہ اہلِ قافلہ اس احسان اور فراخدلی کو تسلیم کرتے ہوئے دوبارہ ضرور واپس مصر آئیں اور اس طرح آپ کا بھائی بھی مصر پہنچ جائے۔

بھائیوں کی واپسی کنعان میں

یہ قافلہ غلّہ لیتے ہوئے گدھوں پر سوادِ کنعان پہنچتا ہے اور سارا ماجرا حضرت یعقوبؑ کو سناتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اب ہم دوبارہ مصر جائیں گے تو اپنے ساتھ بن یمین کو بھی لیتے جائیں گے ورنہ ہمیں غلّہ نہیں ملے گا اور یہ غلّہ ہمارے جیسے بڑے خاندان کے لئے ویسے بھی کم ہے۔ پھر جب غلّہ بوروں سے نکالا جا رہا تھا تو بھائی انگشت بدنداں ہو گئے جب انہوں نے دیکھا کہ یہ ہماری پونجی بھی ہم کو واپس کر دی گئی ہے۔ کہنے لگے:۔

يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا ۖ وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ○

اباجان! اس سے بڑھ کر ہم اور کیا خواہش کر سکتے ہیں۔ دیکھئے یہ ہماری پونجی ہے اسے

بھی ہماری طرف واپس کر دیا گیا ہے اور (اگر ہمارا بھائی ہمارے ساتھ جائے گا تو) ہم اپنے گھر والوں کو خوراک کا سامان لا دیں گے اور اپنے بھائی کی (ہر طرح سے) حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ لائیں گے۔ یہ وزن (جو ہمیں مفت ملے گا) بڑی نعمت ہے۔"

اضطرار کی حالت میں حضرت یعقوبؑ اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو صرف خدا کی حفاظت میں بھائیوں کے ساتھ مصر روانہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور ان کو یاد دلاتے ہوئے یوسف کے ساتھ اُن کے سلوک کا واقعہ بیان کرتے ہیں :-

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَا اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○

حضرت یعقوبؑ نے کہا تم ہی بتاؤ کیا میں اس کو تمہارے سپرد کر سکتا ہوں سوائے اس کے کہ اس کا وہی نتیجہ نکلے جو اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف کو تمہارے سپرد کرنے کا نکلا تھا۔ پس اللہ ہی بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

بن یمین کو بھیجنے سے پہلے آپ نے ان سب بیٹوں سے (میثاق) پختہ عہد لیا کہ وہ اس کی حفاظت کریں گے اور اس کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا۔

حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کو روانہ کرتے وقت نصیحت فرمائی کہ مصر میں داخلے کے وقت مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس کی حکمت یوں تحریر فرماتے ہیں :-

"مفسر کہتے ہیں کہ نظر لگنے سے بچانے کے لئے ایسا حکم دیا تھا۔ مگر اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ سارے قصے کو سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین ہو گیا تھا جیسا کہ آیت کے اگلے حصہ میں ہے کہ غلہ تقسیم کرنے والا یوسف ہے ورنہ فرعون کے کسی وزیر کو کیا ضرورت تھی کہ وہ یوسف کے بھائی کے لانے پر زور دیتا۔ پس حضرت یعقوبؑ نے چاہا کہ سب بھائی الگ الگ دروازوں سے شہر میں جائیں تا شاہی سپاہی بن یامین کو دوسرے بھائیوں سے پہلے یوسف سے ملوا دیں اور دونوں بھائی ایک دوسرے سے حالات سن لیں۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ

یعقوب اپنی تدبیر سے ان (بیٹوں) کو خدائی تدبیر سے بچا نہیں سکتا تھا۔ ہاں مگر یعقوب کے دل میں ایک خواہش تھی

نے یہ بھی کہا کہ میں اس انعام کا ذمہ دار ہوں"۔
اب تلاشی شروع ہوتی ہے۔ سب سے بڑے بھائی سے تلاشی شروع ہوتی ہے اور سب سے آخر پر تلاشی بن یامین کی ہوتی ہے اور شاہی پیالہ بن یامین کے بورے میں سے مل جاتا ہے۔ تورات کا بیان ملاحظہ ہو:۔

"سو وہ ڈھونڈنے لگا اور سب سے بڑے سے شروع کر کے سب سے چھوٹے پر تلاشی ختم کی اور پیالہ بنیمین کے بورے میں ملا" (پیدائش باب ۴۴)

تلاشی لینے سے پہلے قافلہ کے انکار پر کارندوں نے پوچھا تھا:۔

فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ؀

اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس چوری کی سزا کیا ہوگی؟

انہوں نے جواباً کہا:۔

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ؀

اس کی سزا یہی ہے کہ جس شخص کے سامان میں وہ برتن پایا جائے وہ خود ہی اس فعل کا بدلہ ہو۔ ہم لوگ ظالموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔

اب یہ معاملہ پوری تفصیلات کے ساتھ حضرت یوسف کی خدمت میں پیش ہوتا ہے کیونکہ یہ معاملہ ان کے متعلقہ محکمہ سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت یوسفؑ ایک طرف مسرور ہیں اور دوسری طرف متعجب کہ یہ ماجرا کیا ہوا۔ قرآنی بیان اس معاملہ میں بہت ہی ایمان افروز ہے:۔

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ

کہ اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کی، ورنہ حضرت یوسفؑ بن یامین کو ملکی قانون کی رُو سے ہرگز روک نہیں سکتے تھے۔ قادرِ مطلق خدا نے یہ فعل کیا اور حضرت یوسفؑ کی دلی خواہش پوری ہو گئی۔
بات کرتے ہوئے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا:۔

اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ

اگر بن یامین نے چوری کی ہے تو تعجب کی بات نہیں ہے اس کا بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے۔

حضرت یوسفؑ نے ہرا بتلا پر صبر، عفو اور بلند اخلاق کا مظاہرہ فرمایا تھا اس موقعہ پر بھی آپ نے صبر اور سکوت کا نمونہ دکھایا۔
سبحان اللہ! اللہ اکبر!! حضرت یوسفؑ کے اخلاقِ عالیہ کی شہادت خدا تعالیٰ یوں دیتا ہے:۔

فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ

یوسف نے اس امر کو اپنے نفس میں پوشیدہ رکھا اور ان پر اسے ظاہر نہ کیا۔

بھائی منت سماجت کرتے ہوئے حضرت یوسفؑ سے عرض کرتے ہیں کہ آپ تو بڑے محسن ہیں۔

اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ
اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ج

بن یامین کا باپ بہت بوڑھا ہے اس کی بجائے آپ ہم میں سے کسی ایک کو پکڑ لیجئے۔

حضرت یوسفؑ نے ان کی اس درخواست کا جواب یوں دیا:-

مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ
وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ
اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

ہمیں خدا تعالیٰ پناہ میں رکھے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے اس کے سوا ہم کسی اور کو پکڑ لیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہم یقیناً ظالموں میں سے ہوں گے۔

اس جواب سے جس میں عدل، انصاف اور خدا ترسی کی رُوح پائی جاتی ہے بھائی بالکل مایوس ہو گئے۔ گدھوں پر غلہ موجود ہے مگر ایک بھائی کو پکڑ لیا گیا ہے۔ اُدھر بوڑھے باپ کا غم ان کو کھائے جا رہا ہے۔

ان بھائیوں میں سے سب سے بڑے نے کہا (جس کا نام تورات نے روبن بتلایا ہے) کہ اے بھائیو! کیا تمہارے باپ نے تم سے پختہ عہد بن یامین کے متعلق نہیں لیا ہوا؟ اس سے پہلے تم یوسف کے بارے میں بھی کوتاہی کر چکے ہو۔ میں اس صورت میں اپنے باپ کے پاس کیسے جاؤں۔ تم جاؤ اور سارا واقعہ باپ سے ذکر کر دو۔

چنانچہ وہ گئے اور بن یامین کو چور قرار دیکر مجرم ٹھہرایا۔

حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کے اس بیان پر کہا:-

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ
فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ
يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ

یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی بلکہ تمہارے نفسوں نے کوئی بات خوبصورت کر کے دکھائی ہے۔ اب صبر ہی بہتر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب (تینوں) کو میرے پاس لے آئے۔

فراقِ یوسف پہلے ہی آپ کو کھائے جا رہا تھا اور اب بن یامین کا صدمہ مزید در پیش ہے۔

آپ نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا:-

يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ

ہائے! یوسف کے واقعہ پر میں افسوس کرتا ہوں۔

بیٹوں نے والد کی اس حالت پر کہا:-

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى
تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ
الْهٰلِكِيْنَ ۝

خدا کی قسم آپ اُس وقت تک یوسف کا ذکر کرتے رہیں گے جب تک آپ بیمار نہ پڑ جائیں یا فوت نہ ہو جائیں۔

(اس تکرار کے) صورتِ حال پر آپ معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد

کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

إِنَّمَآ أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِيٓ إِلَى اللّٰهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ کے حضور کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔

اس قرآنی آیت کا دوسرا حصہ صاف بتلا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کو اپنے دونوں گم شدہ بیٹوں کی حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا۔

قافلہ کی تیسری مرتبہ مصر کو روانگی | والد کی نازک حالت،

بن یامین کا روکا جانا، قحط کے ہونے کے آثار اور ذہنی اطمینان کے فقدان نے یوسفؑ کے بھائیوں پر نمایاں اثرات چھوڑے۔ غلہ کی قلت کا واویلا ہو رہا ہے۔ دوسری طرف حضرت یعقوبؑ نے الہام ربانی سے تمام بیٹوں کو حکم دیدیا :-

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

اے میرے بیٹو! جاؤ اور جا کر یوسف اور اس کے بھائی کی جستجو کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بات یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے کافر لوگوں کے سوا کوئی ناامید نہیں ہوتا۔

اب یہ قافلہ کنعان (شام) سے تیسری مرتبہ مصر پہنچ رہا ہے اور حضرت یوسفؑ سے ملاقات کرتا ہے اور اپنی تکلیف کا اظہار یوں کرتا ہے :-

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝

جب یہ بھائی یوسف کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اے سردار! ہمیں اور ہمارے کنبہ کو سخت تنگی پہنچی ہوئی ہے اور ہم بالکل تھوڑی سی پونجی لائے ہیں۔ آپ محض احسان کے طور پر ہمیں مطالبہ کے مطابق غلہ دیدیں اور صدقہ کے طور پر حق سے بھی کچھ زیادہ دیں۔ اللہ صدقہ دینے والوں کو بڑا اجر دیتا ہے۔

حضرت یوسفؑ اپنا تعارف کرواتے ہیں

حضرت یوسفؑ کا غلہ کے معاملہ میں بھائیوں کے ساتھ غیر معمولی حسن سلوک، اخلاق عالیہ اور ضیافت نے بڑا ہی اچھا اثر ڈالا ہوا تھا اور وہ بہت ممنون تھے اور ہر مرتبہ بھائیوں نے والد کے پاس جا کر بجا طور پر حضرت یوسفؑ کی تعریف کی لیکن اب وقت آ گیا تھا کہ حضرت یوسفؑ خود اصل راز سے پردہ اٹھائیں

چنانچہ جب حضرت یوسفؑ نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ اور کنبہ کی تکلیف کو سنا اور جس انداز میں بھائیوں نے غلّہ اور احسان کی درخواست کی ہے وہ انتہائی دلدوز اسلوب ہے اسلئے آپ جذبات سے باہر ہو گئے۔ قرابت، والد سے محبت و فدائیت اور صلہ رحمی کا چشمۂ محبت اُبل پڑا۔ آپ بے بس ہو گئے۔ تورات بیان کرتی ہے:۔

"تب یوسف ان کے آگے جو اس کے آس پاس کھڑے تھے اپنے کو ضبط نہ کر سکا اور چلّا کر کہا ہر ایک آدمی کو میرے پاس سے باہر کر دو۔ چنانچہ جب یوسف نے اپنے آپ کو اپنے بھائیوں پر ظاہر کیا اس وقت اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا اور وہ چلّا چلّا کر رونے لگا اور مصریوں نے سنا اور فرعون کے محل میں بھی آواز گئی۔ اور یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا مَیں یوسف ہوں۔

کیا میرا باپ اب تک جیتا ہے؟ اور اس کے بھائی اُسے کچھ جواب نہ دے سکے کیونکہ وہ اس کے سامنے گھبرا گئے۔ اور یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا ذرا نزدیک آ جاؤ اور وہ نزدیک آ گئے۔ تب اس نے کہا مَیں تمہارا بھائی یوسف ہوں جس کو تم نے بیچ کر مصر پہنچایا نہ تو غمگین ہو اور نہ اپنے اپنے دل میں پریشان ہو کیونکہ خدا نے جانوں کو بچانے کے لئے مجھے تم سے آگے بھیجا۔"

(پیدائش باب ۴۵)

قرآن کریم نے اس نازک مرحلہ کا ذکر ان جاذب الفاظ میں کیا ہے:۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ۝

اس نے کہا کیا تمہیں اپنا وہ سلوک معلوم ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا جبکہ تم (اپنے فعل کی برائی سے) ناواقف تھے۔

برادرانِ یوسف اب انگشت بدنداں ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔ وہ حیرانی اور تعجب کے انداز میں دریافت کرتے ہیں:۔

ءَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ

کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں؟

قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي ز

ہاں مَیں یوسف ہی ہوں اور یہ بن یامین میرا بھائی ہے۔

قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ط

اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے۔

إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝

حق بات یہی ہے کہ جو شخص تقویٰ اختیار

بھی ہماری طرف واپس کر دیا گیا ہے اور (اگر ہمارا بھائی ہمارے ساتھ جائے گا تو) ہم اپنے گھر والوں کو خوراک کا سامان لا دیں گے اور اپنے بھائی کی (ہر طرح سے) حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا وزن زیادہ لائیں گے۔ یہ وزن (جو ہمیں مفت ملے گا) بڑی نعمت ہے۔"

اضطراری حالت میں حضرت یعقوبؑ اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو صرف خدا کی حفاظت میں بھائیوں کے ساتھ مصر روانہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور ان کو یاد دلاتے ہوئے یوسف کے ساتھ اُن کے سلوک کا واقعہ بیان کرتے ہیں :-

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ
اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ
فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ
اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○

حضرت یعقوبؑ نے کہا تم ہی بتاؤ کیا میں اس کو تمہارے سپرد کر سکتا ہوں سوائے اس کے کہ اس کا وہی نتیجہ نکلے جو اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف کو تمہارے سپرد کرنے کا نکلا تھا۔ پس اللہ ہی بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

بن یمین کو بھیجنے سے پہلے آپ نے ان سب بیٹوں سے (میثاق) پختہ عہد لیا کہ وہ اس کی حفاظت کریں گے اور اس کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا۔

حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کو روانہ کرتے وقت نصیحت فرمائی کہ مصر میں داخلہ کے وقت مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس کی حکمت یوں تحریر فرماتے ہیں :-

"مفسر کہتے ہیں کہ نظر لگنے سے بچانے کے لئے ایسا حکم دیا تھا۔ مگر اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ سارے قصے کو سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین ہو گیا تھا جیسا کہ آیت کے اگلے حصہ میں ہے کہ غلہ تقسیم کرنے والا یوسف ہے ورنہ فرعون کے کسی وزیر کو کیا ضرورت تھی کہ وہ یوسف کے بھائی تک لانے پر زور دیتا۔ پس حضرت یعقوبؑ نے چاہا کہ سب بھائی الگ الگ دروازوں سے شہر میں جائیں تا شاہی سپاہی بن یامین کو دوسرے بھائیوں سے پہلے یوسف سے ملوا دیں اور دونوں بھائی ایک دوسرے سے حالات سن لیں۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ
يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ

یعقوب (اپنی تدبیر سے ان (بیٹوں) کو خدائی تدبیر سے بچا نہیں سکتا تھا۔ ہاں مگر یعقوب کے دل میں ایک خواہش تھی

جیسے اس نے (اس طرح) پورا کر لیا۔

چنانچہ قافلہ کے مصر میں داخل ہونے پر دوسرے بھائیوں سے پہلے بن یامین کی حضرت یوسفؑ سے الگ ملاقات ہوئی۔

قرآن کریم بڑی صراحت سے بیان کرتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے بن یمین سے علیحدگی میں ملاقات کرکے اس کو بتلا دیا:۔

إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ
بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

یقیناً میں ہی تیرا مفقود بھائی ہوں پس جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں اس کی وجہ سے اب تو غمگین نہ ہو۔

مگر دوسرے بھائیوں کو ابھی تک علم نہیں تھا کہ آپ ہی حضرت یوسف بن یعقوبؑ ہیں

بن یامین کا مصر میں روکا جانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ کنعانی قافلہ کو غلہ دے کر روانہ کیا جائے اور آپ نے ذاتی نگرانی میں یہ کام کروایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت غلہ بوروں میں ڈالا جا رہا تھا حضرت یوسفؑ کو پیاس محسوس ہوئی۔ آپ نے پانی منگوایا اور پانی پینے کا برتن بڑی سادگی سے بن یامین کے بورے میں رکھ دیا۔ چونکہ حضرت یوسفؑ اور بن یامین آپس میں متعارف ہو چکے تھے اسلئے آپ نے اس قافلہ کو رخصت کرتے وقت خود حاضر ہونا مناسب سمجھا۔ نفسیاتی لحاظ سے حضرت یوسفؑ جذبات محبت میں کھوئے گئے تھے۔ دراصل بن یامین کے بورے میں پیالہ کا رکھا جانا خدائی فعل تھا اور جیسا کہ واقعات کی ترتیب بتلا رہی ہے کہ یہ فعل مشیت ایزدی سے ہوا اور خدا تعالیٰ بن یامین کو آپ کے پاس روکنا چاہتا تھا ورنہ ملکی قانون کی رو سے آپ بھائی کو روک نہیں سکتے تھے۔

اب قافلہ روانہ ہو رہا ہے اور اُن کے گدھوں پر غلہ لادا جا چکا ہے کہ کارندوں نے دیکھا کہ پیالہ گم ہے اور یقینی امر ہے کہ اس قافلہ کے پاس ہی یہ برتن ہے۔ چنانچہ ذمہ دار کارندہ نے اعلان کرتے ہوئے کہا:۔

أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝

اے قافلہ والو! تم یقیناً چور ہو۔

برادران یوسف اس الزام سے گھبرا جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہ تو ہم مفسد ہیں اور نہ ہی ہم چور ہیں۔ اب کارندوں کو اپنی فکر ہے کہ اگر یہ شاہی پیالہ ہمیں نہ مل سکا اور چوری ہو گیا تو ذمہ داری ہم پر ہوگی اور ہمارا اعتماد ضائع ہو جائے گا۔ ان کارندوں نے چوری کا سراغ لگانے کے لئے قرآنی بیان کے مطابق کہا:۔

وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ
وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ۝

جو شخص اس پیالہ کو تلاش کرکے لے آئے تو ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر غلہ اس کو انعام دیا جائے گا۔ اور اعلان کرنیوالے

کرے اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے
محسنوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔
برادرانِ یوسف انتہائی شرمندہ ہیں اور
دبی زبان سے کہتے ہیں :۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا
وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ۝

خدا کی قسم اللہ ہی نے آپ کو ہم پر یقیناً
فضیلت دی ہے اور ہم بلاشبہ خطاکار تھے۔
بھائی سخت نادم ہیں، پشیمانی کی وجہ سے ان کی
حالت خستہ ہے مگر پیکرِ عفت و عصمت اور صبر و
عفو حضرت یوسفؑ ایک ہی فقرہ میں معاملہ کو ختم
کر دیتے ہیں۔ فرمایا :۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط

تم پر آج کسی قسم کی ملامت اور سرزنش
نہیں ہے۔
سبحان اللہ! کتنے بڑے صبر و عفو کا مظاہرہ ہے۔
میں تم کو معاف کرتا ہوں، میرا سینہ بالکل صاف
ہے اور کسی قسم کی دل میں رنجش نہیں ہے اور دعا کرتا ہوں

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ
الرّٰحِمِيْنَ ۝

کہ اللہ تعالیٰ بھی تم کو بخشے اور وہ سب رحم کرنیوالوں
سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

حضرت یعقوبؑ خاندان سمیت مصر میں

اب حضرت یوسفؑ بے قرار ہیں مگر طبیعت
میں فطرتی طور پر صبر، وقار، تحمل اور بردباری ہے۔
والد سے جلد ملاقات چاہتے ہیں چنانچہ وہ محبت
بھرے انداز میں اپنے بھائیوں سے مخاطب ہوتے
ہیں :۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا
فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ
يَاْتِ بَصِيْرًا ج وَاْتُوْنِيْ
بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

تم میرا یہ کرتہ لے جانا اور اسے میرے
باپ کے سامنے جا رکھنا اس سے
وہ میرے متعلق سب امور سے واقف
ہو جائیں گے۔ اور تم اپنا سارا کنبہ بھی
میرے پاس لے آنا۔"

حضرت یوسفؑ نے قمیص کو کیوں بھیجا؟ ۔

حضرت یوسفؑ کو یقین تھا کہ میرے والد کے ذہن
میں وہ کرتہ ہوگا جو کنوئیں میں پھینکتے وقت مجھ سے
اتار لیا گیا تھا جب یہ قمیص ان کے چہرہ پر یا انکے
سامنے رکھی جائے گی تو فوراً ان کے دماغ میں یہ امر
بجلی کی طرح آجائے گا کہ یوسف زندہ ہے اور یہ
اس کی استعمال شدہ قمیص ہے۔ مصر سے قافلہ مسرت
اور خوشی کے جذبات سے گدھوں کو بھگاتے ہوئے
کنعان پہنچ رہا ہے اور ادھر خدا تعالیٰ نے حضرت
یعقوبؑ کی زبان سے یہ الفاظ جاری کرائے :۔

اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ
لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝

اے لوگو! سن رکھو کہ اب مجھے یقیناً
یوسف کی خوشبو آرہی ہے اگر تم
مجھ کو بہکا ہوا نہ سمجھو ؎

آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ پر کرتا ہوں اس کا انتظار

اس دوران میں بیٹوں کا قافلہ کنعان پہنچتا ہے اور وہ آپ کو انتہائی مسرت آمیز بلکہ حیرت انگیز خبر سناتے ہیں کہ ہمارا بھائی اور تمہارا بیٹا یوسف زندہ ہے، اور نہ صرف زندہ ہے بلکہ اوروں کی زندگی کا بھی باعث ہے اور جاہ و جلال کا مالک ہے۔ ملکِ مصر کا مختارِ کل ہے اور اسے عزیز کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ اس خوشکن خبر کے پہنچانے والے کو قرآن نے لفظ بشیر سے ذکر کیا ہے۔ فرمایا:۔

فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ
عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ج
قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ ج إِنِّي
أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○

جونہی کہ یوسف کے مل جانے کی بشارت دینے والا شخص حضرت یعقوبؑ کے پاس آیا اُس نے اس کُرتے کو ان کے سامنے رکھ دیا جس پر وہ ساری بات سمجھ گئے اور انہوں نے کہا کیا میں نے تم لوگوں سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے علم پا کر یقیناً وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے !!

اخوانِ یوسف ایک طرف مسرور ہیں مگر بوڑھے باپ کے سامنے انتہائی نادم ہیں۔ اپنی غلطی اور سنگدلی کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا
إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ○

اے ہمارے باپ! آپ ہمارے حق میں ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کریں ہم یقیناً خطاکار ہیں۔

حضرت یعقوبؑ نے فرمایا:۔

سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ط
إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○

میں ضرور تمہارے لئے اپنے رب سے بخشش طلب کروں گا۔ بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حضرت یعقوبؑ نے اس سارے قصہ میں ہر جگہ اپنی اولاد کو نصیحت کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی صفات اور اس کی ہستی کے دلائل دیئے ہیں۔

حضرت یعقوبؑ کا مصر میں شاہانہ استقبال

یہ خوشکن خبر سارے ملکِ کنعان میں پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق مبارکباد دینے کے لئے آرہے ہیں۔ بوجہ پیغمبر ہونے کے اہلِ کنعان کو آپ سے والہانہ محبت، عقیدت اور لگاؤ تھا۔ اور پھر یہ واقعہ! حضرت یعقوبؑ اور خاندان کے جملہ افراد کے دن اور راتیں مصر جانے کی تیاری میں مصروف ہیں۔ اور

خاندان کا ہر فرد جلد جانے کے لئے بیتاب ہے اور حضرت یوسفؑ بھی اپنے والد کا انتظار کر رہے ہیں۔ تورات میں جو مکمل تعداد اور تفصیل اسم وار خاندان کے افراد کی دی گئی ہے وہ ستر ہے۔ (پیدائش باب ۴۶)۔ فرعون شاہ مصر نے اس معاملہ میں شاہی تعاون اور مروّت کا ثبوت دیا۔ فرعون نے گاڑیاں اور رتھیں روانہ کیں جن پر حضرت یعقوبؑ مصر کے لئے روانہ ہوئے۔ (پیدائش باب ۴۶)

مصر میں آپ کے استقبال کی تیاری ہو رہی ہے۔ گھر گھر آپ کی آمد کا چرچا ہے۔ ایک تو آپ پیغمبر ہیں اور قابل بیٹے کے والد۔ اور پھر جن حالات اور کوائف میں آپ آ رہے ہیں ہر شخص آپ کے دیدار کا مشتاق ہے۔ یہ قافلہ سفر کر رہا ہے اور مصر کے قریب پہنچ گیا ہے۔

یعقوبؑ و یوسفؑ کی ملاقات

کس قدر رقت آمیز منظر ہے! گم شدہ بیٹا چالیس سال کے بعد اپنے بوڑھے باپ سے ملتا ہے اور باپ اپنے لخت جگر سے بغلگیر ہوتا ہے!! کس قدر آنسو باپ بیٹے کی آنکھوں میں ہوں گے۔ تورات کے حساب کی رُو سے اس ملاقات کے وقت حضرت یعقوبؑ کی عمر ۱۳۰ برس کے قریب تھی اور حضرت یوسفؑ کی عمر ۷۰ سال کے قریب۔ قرآن کریم نے حضرت یعقوبؑ کی مصر میں آمد کا موقف بدیں الفاظ بیان کیا ہے:۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۝

"پھر جب وہ سب یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور سب سے کہا کہ اللہ کی مشیت کے مطابق تم سب امن اور سلامتی کے ساتھ مصر میں داخل ہو جاؤ۔"

تورات میں ہے:

"حضرت یوسف نے فرعون مصر کو جا کر اطلاع دی کہ میرے بھائی اور باپ کے گھرانے کے لوگ جو ملک کنعان میں تھے میرے پاس آ گئے ہیں۔"

فرعون مصر نے شاہی احکام دیتے ہوئے کہا کہ:۔

"مصر کا ملک تیرے آگے پڑا ہے یہاں کے اچھے سے اچھے علاقہ میں اپنے باپ اور بھائیوں کو بسا دے۔۔۔۔۔

اور فرعون کے حکم کے مطابق جشن کے علاقہ کو جو ملک مصر کا نہایت زرخیز خطہ ہے انکی جاگیر ٹھہرایا۔"

(پیدائش باب ۴۷)

حضرت یوسفؑ کی خواب کی تعبیر

حضرت یوسفؑ نے اس خوشی میں استقبالیہ دعوت کی مجلس میں اپنے والدین کو باقاعدہ تخت پر بٹھلایا۔

وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ

اور پھر یہ سب قافلہ کے افراد

خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا

یوسف کے بلند اقبال کی وجہ سے سجدہ میں گر گئے۔ یعنی سجدۂ شکر ادا کیا۔

حضرت یوسفؑ اس منظر کو دیکھ کر اپنے والد کو کہتے ہیں:-

یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ز

یہ میری سابقہ رؤیا کی تعبیر ہے۔

اور پھر آپ خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور انعامات و احسانات کا اظہار کرتے ہیں اور اس غیر معمولی ملاقات کا ذکر خاص طور پر کرتے ہیں۔ اور اختتام پر بطور تحدیث بالنعمت کے خدا تعالیٰ کے حضور دعا فرماتے ہیں:-

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ج فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ج تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝

اے میرے رب! تُو نے مجھے حکومت کا ایک حصہ بھی عطا کیا ہے اور تعبیر رؤیا کا بھی علم تُو نے مجھے بخشا ہے۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تُو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے مجھے اپنی کامل فرمانبرداری کی حالت میں وفات دے اور صالحین کی جماعت کے ساتھ ملا دے۔

یہ داستان جس کے ہر موڑ پر خدا تعالیٰ کی حکمت اور مشیت کام کر رہی ہے اخلاقیات کا زرّین سبق لئے ہوئے ہے۔ صبر، عفو، عفت، شکر، جذبات پر کنٹرول، خود اعتمادی، تزکیۂ نفس، عزتِ نفس، وقار، عشقِ الٰہی کی جیتی جاگتی تصویر ناطق ہے۔ اس روحانی داستان کا ایک ایک لفظ ایمان افروز ہے اور اس کے فقرات گرج رہے ہیں اور برس رہے ہیں۔

واقعۂ یوسفؑ کے بیان کی غرض

اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کی اصل غرض بھی بیان فرما دی:-

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ

نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ ج

اے ہمارے رسول! یہ بیانِ غیب
کی خبروں میں سے ہے ہم تجھ پر
وحی کے ذریعہ سے اِس کو ظاہر
کرتے ہیں"

اِس سورت میں اگر ایک طرف یہود پر اتمامِ حجت کی جنہوں نے یہ سوال دریافت کروایا تھا تو دوسری طرف اس میں بتلایا ہے کہ یہ محض قصہ ہی نہیں ہے بلکہ پیشگوئی ہے۔ اے نبی! تجھ سے بھی ایسے واقعات پیش آئیں گے، تجھے بھی مشکلات اور مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا، ہجرت کرنا پڑے گی، مگر بالآخر تو ہی کامیاب و کامران ہوگا کیونکہ اَلْحَقُّ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلیٰ عَلَیْہِ حق تو غالب ہوا کرتا ہے مغلوب نہیں ہوا کرتا۔

خورشید حکمت

(ماہوار طبی رسالہ)

احباب جماعت کو یہ خوشخبری سُنائی جاتی ہے کہ ربوہ دارالہجرۃ سے ماہوار طبی رسالہ "خورشید حکمت" زیرِ انتظام خورشید یونانی دواخانہ ربوہ جلسہ سالانہ ۱۹۶۹ء سے پر شائع ہو رہا ہے انشاء اللہ۔ اطباء کرام اور اہلِ قلم حضرات سے طبی اور حفظانِ صحت سے متعلق مضامین بھجوانے کی درخواست ہے، مہربانی فرما کر اپنے مضامین بہت جلد ارسال فرماویں۔

حکیم خورشید احمد، گول بازار ربوہ

حاصل خدا کے فضل کا ساماں ہے آجکل

جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب شاد

ربوہ میں ایک شمع فروزاں ہے آجکل
جس سے ہماری بزم درخشاں ہے آجکل

قلبِ سلیم مہبطِ انوارِ حق ہوا
ربوہ دلیلِ منظرِ فاراں ہے آجکل

ربوہ پہ ہو رہا ہے فرشتوں کا اب نزول
یہ جلوہ گاہِ جلوۂ جاناں ہے آجکل

ہم پی رہے ہیں "ساقیٔ کوثر" کے فیض سے
بٹتا یہاں جو بادۂ عرفاں ہے آجکل

"مہرِ عرب" کے نور سے روشن ہوا جہاں
پرتو اسی کا ہم پہ درخشاں ہے آجکل

بخشی "مسیحِ وقت" نے پھر زندگی ہمیں
وہ ہی ہمارے درد کا درماں ہے آجکل

اسلام کے چمن میں نسیمِ سحر چلی
اس گلستاں میں فصلِ بہاراں ہے آجکل

ہر شب شبِ برات ہے ہر روز روزِ عید
حاصل خدا کے فضل کا ساماں ہے آجکل

آ کر ندیم! دیکھ "براہیمؑ" کے طیور
ان کا بھی یہ نشیمن و بستاں ہے آجکل

ناصر خدا کے دین کی نصرت میں کامیاب
حاسد مگر حسد میں پشیماں ہے آجکل

شاہا! نگاہِ لطف و کرم اس طرف بھی ہو
کچھ مشکلوں میں شاد پریشاں ہے آجکل

شذرات

(۱) مسلمانوں کی حالت

جناب مودودی صاحب نے کہا کہ:۔

"مسلمانوں نے جب قرآن مجید سے منہ پھیرا اپنی امتیازی خصوصیات سے محروم ہوگئے۔ آج دنیا میں ستر سے ۷۰ کروڑ کی آبادی اور تیس سے زائد حکومتیں رکھنے کے باوجود ان کے لئے اسرائیل جیسی چھوٹی سی ریاست خوفناک دیو بنی ہوئی ہے۔"

(روزنامہ مشرق لاہور ۸ر نومبر ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ قرآن مجید سے منہ پھیرنے کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّ یَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عزت دیگا جو قرآن کو عزت دیں گے اور ان کو ذلیل کر دیگا جو اس سے منہ پھیریں گے۔ اب اس حالت کا علاج بجز رجوع الی القرآن کے کیا ہے؟

(۲) تحریک ختم نبوت کا پس منظر

صیہونیت اور اشتراکیت کے بارے میں لکھا ہے:۔

"ہند و پاک میں بھی اس تحریک (صیہونیت و اشتراکیت) کا اثر بہت گہرا تھا۔ ان کی ہزار مخالفتوں کے بعد جب پاکستان بن گیا تو ان لوگوں نے پاکستان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا کیونکہ اصل تحریک اسلام کے خلاف ہے۔ باقی ممالک میں تو ان کے فوجی اڈے ہیں جن سے وقت ضرورت اسلام پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں آنے کے بعد یہ لوگ کچھ عرصہ خاموش رہے۔ تحریک ختم نبوت کے وقت یہ بھی میدان میں آگئے۔ اس وقت سے اس ملک کے سیاسی جوڑ توڑ میں بھی شریک رہے ہیں۔"

(چٹان لاہور۔ ۳ر نومبر ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ گویا تحریک ختم نبوت بھی اشتراکیوں کی پاکستان کی بربادی کی سکیم کا حصہ تھی۔ اے کاش! کہ مسلمانوں کو یہ بات بروقت سمجھ آجاتی اور وہ اپنے حقیقی ناصحوں کی آواز پر کان دھرتے۔

(۳) ملکی امن کے شیرازہ کو بکھیرنے والا طریق

مولانا کوثر نیازی نے جماعت اسلامی کو "دہشت پسند" جماعت قرار دیتے ہوئے کہا:۔

"ناظم اعلیٰ اوقاف مسٹر ایم مسعود کے تبادلہ کی مخالفت کرتے ہوئے ایک بیان میں حکومت کو خبردار کیا ہے کہ اگر اس نے اس طرح

کسی گروہ کے مطالبہ پر افسروں کے تبادلہ کا اصول تسلیم کر لیا تو پھر احمدی اور غیر احمدی کی بنیاد پر تبادلوں اور تقرریوں کے مطالبے ہونگے اور اس طرح ملک میں امن و امان کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ ناظم اعلیٰ اوقاف کے خلاف مہم میں ایک دہشت پسند مذہبی جماعت پیش پیش ہے۔"

(روزنامہ مشرق لاہور ۴ نومبر ۱۹۶۹ء)

الفرقان - ملکی امن و امان کے قیام کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر پاکستانی کے لئے مساوی حقوق تسلیم کئے جائیں اور کسی گروہ کو یہ حق نہ دیا جائے کہ وہ شور و شر کر کے اہل لوگوں کو خدمتِ ملک و ملت سے محروم کر سکے۔

(۴) بچوں کا مولوی کے سامنے لاجواب سوال

ہمارے دوست قریشی محمد حنیف صاحب سائیکل سیاح لکھتے ہیں:۔

"گوجرخان میں ایک مولوی صاحب کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ مان لیگا کہ کفار چاند تک پہنچ گئے ہیں اس کا نکاح ٹوٹ جائیگا۔ اس پر چند طلبہ نے کہا کہ مولوی صاحب! ہمارے تو ابھی نکاح نہیں ہوئے ہماری کیا سزا ہوگی؟

اس پر مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔"

الفرقان - نام نہاد علماء کو معقولیت سے کچھ واسطہ نہیں ہے اسی لئے بچے بھی ان کے منہ بند کر دیتے ہیں۔ بھلا چاند پر پہنچنے کو مان لینے کا نکاح کے ٹوٹنے سے تعلق ہی کیا ہے؟

(۵) مودودیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں

ایک تازہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیے

"جمعیت العلمائے اسلام پریس ریلیز کے مطابق ایک سو تیس علماء نے امیر جماعت اسلامی مولانا مودودی کے خلاف ایک فتویٰ جاری کیا ہے کہ مولانا مودودی یا انکے کسی پیروکار کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ یہ فتویٰ پاکھلی کے مقام پر جمعیت العلمائے اسلام کے اجلاس میں جاری کیا گیا جس کی صدارت مقامی جامع مسجد کے خطیب مولانا عبدالودود نے کی اور جمعیت کے ایک رہنما میاں عبدالقیوم نے مولانا مودودی کی اسلام کے منافی تحریریں پیش کیں۔" (روزنامہ مشرق لاہور ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۹ء)

الفرقان - مودودی صاحبان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی بھی تحریک جاری ہو رہی ہے اور انکے پیچھے نمازوں کے ناجائز ہونیکا عام چرچا ہو رہا ہے۔ کیا یہ اقعات الہام اِنّی مُھِینٌ مَن اَرَادَ اِھَانَتَکَ کی تصدیق نہیں کر رہے؟

(۶) لوگوں نے "امیر شریعت" کیوں بنایا؟

مکتبہ تعمیر حیات چوک نگ محل نے "ملفوظات امیر شریعت" کے نام سے ایک مجموعہ شائع کیا ہے جس کے صفحہ پر لکھا ہے:۔

"شاہ جی نے فرمایا ... یار لوگوں نے شریعت کو نہ ماننے کے لئے مجھے امیر شریعت بنا رکھا ہے۔"

الفرقان — گر ہمیں مکتب است و ایں مُلّاں
کارِ طفلاں تمام خواہد شد!

روزنامہ **الفضل** ربوہ

الفضل جماعت احمدیہ کا ترجمان ہے۔ جماعت احمدیہ ایک تبلیغی اور علمی جماعت ہے۔ اس کی اشاعت اسلام کے متعلق کوششیں دنیا کے کونے کونے میں پھیل رہی ہیں۔ روزنامہ الفضل کے ذریعہ علمی اور تربیتی عالمانہ مقالات کے علاوہ اسلام کی ترقی کے متعلق جملہ خبریں بھی اشاعت پذیر ہوتی ہیں اور دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کے مجاہدین کی کامیابیوں کا ذکر ہوتا ہے۔ مخالفین اسلام کے غلط اعتراضات کی تردید کی جاتی ہے۔ اس روزنامہ کے ذریعہ حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کے خطبات جمعہ اور دیگر لیکچر پورے انتظام کے ساتھ شائع ہوتے ہیں۔ ملکی تحریکات اور دنیا بھر کی اہم خبریں بھی اشاعت پذیر ہوتی ہیں۔ بنا بریں اس اخبار کی خریداری میں سراسر نفع ہے۔

مینجر روزنامہ الفضل ربوہ پاکستان

ماہنامہ **تحریک جدید** ربوہ

"اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار"

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور غیر از جماعت دوستوں کو بھی پڑھائیں!

سالانہ چندہ

صرف دو روپے

مینجنگ ایڈیٹر

اعلان

پیٹ کی جملہ امراض کیلئے
نمک نور رجسٹرڈ A.F.R
کمزوری معدہ، ہاضمہ کی خرابی، گیس قبض کی نئی اور پرانی بیماری کے لئے فائدہ منداکسیر ہے۔
قیمت
۵۰ ٹکیہ ایک روپیہ ۲۵ پیسہ
ڈاک محصول علاوہ ہوگا

اعضائے رئیسہ کیلئے
امرت بوٹی
اعصابی کمزوری، دماغی کمزوری، کمی خون کے لئے نہایت فائدہ مند دوا ہے۔
قیمت
ساٹھ ٹکیاں چار روپیہ
ڈاک محصول الگ۔

سول ڈسٹیبیوٹر ناصر میڈیکل سٹور گولبازار ربوہ سے خریدئیے

مینوفیکچرنگ شاہ نور فارمیسی نوشہرہ درشکارپور سندھ

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

الفردوس

۸۵- انارکلی لاہور

عمارتی لکڑی

ہمارے ہاں

عمارتی لکڑی دیار، کیل، پڑتل، چیل

کافی تعداد میں موجود ہے

ضرورت مند اصحاب

ہمیں خدمت کا موقع دیکر مشکور فرمائیں!

• **گلوب ٹمبر کارپوریشن**

۲۵- نیو ٹمبر مارکیٹ لاہور- فون ۶۲۶۱۸

• **سٹار ٹمبر سٹور**

۹- فیروزپور روڈ- لاہور-

• **لائلپور ٹمبر سٹور**

راجباہ روڈ، لائلپور- فون ۳۸۰۸

مفید اور مؤثر دوائیں

نور کاجل

ربوہ کا مشہور عالم تحفہ
آنکھوں کی خوبصورتی، صحت اور تندرستی کیلئے
مفید ترین جڑی بوٹیوں کا جوہر، آنکھوں کی بہت سی
بیماریوں کا علاج ہے۔ بچوں، عورتوں اور مردوں
سب کے لئے مفید۔
قیمت فی شیشی سوا روپیہ

تریاقِ اٹھرا

اسقاطِ حمل، بچوں کا پیدا ہو کر فوت ہو جانا یا
کمزور رہنے کے لئے مفید عالم گولیاں۔
قیمت مکمّل کورس پندرہ روپے

نورِ نظر

اولادِ نرینہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی
بہترین تجویز۔ قیمت مکمّل کورس ۲۵ روپے۔

نور منجن

دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی مضبوطی کیلئے
بے حد مفید۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ ربوہ۔ فون نمبر ۳۸

ضروری اعلان

ہر قسم کا
کاغذ اور گتہ
خریدنے کے لئے
پیپر کارنر لاہور کو یاد رکھیں

عمدہ اور اعلیٰ

قلم کی سیاہی
کے لئے
آپ جملہ دکانداروں سے
STAR INK
طلب فرمائیں!

(طابع و ناشر: ابو العطاء جالندھری ۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقام اشاعت: دفتر الفرقان ربوہ)

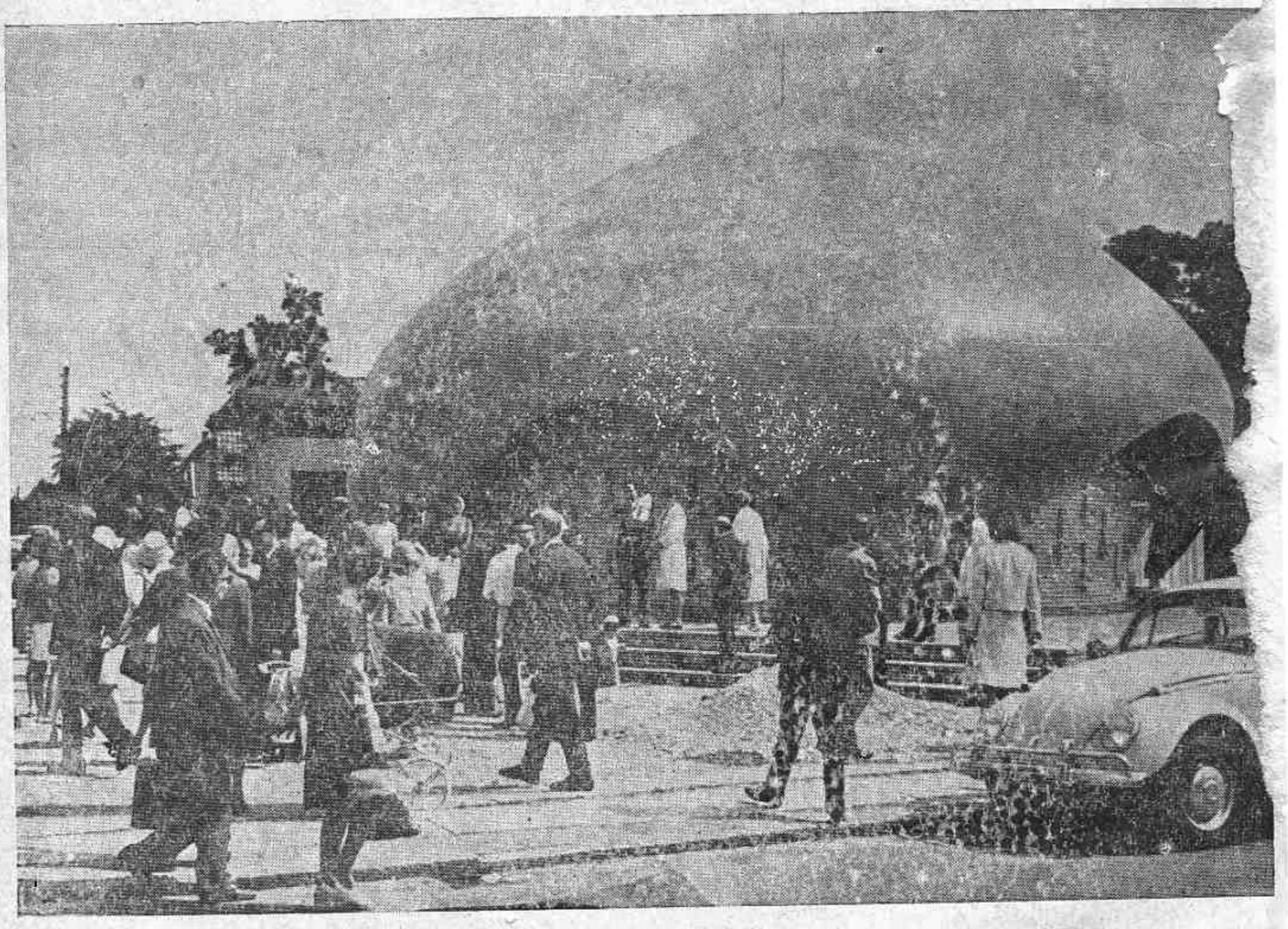

مسجد احمدیہ کوپن ہیگن ڈنمارک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کراچی میں (اگست ۱۹۶۹ء)

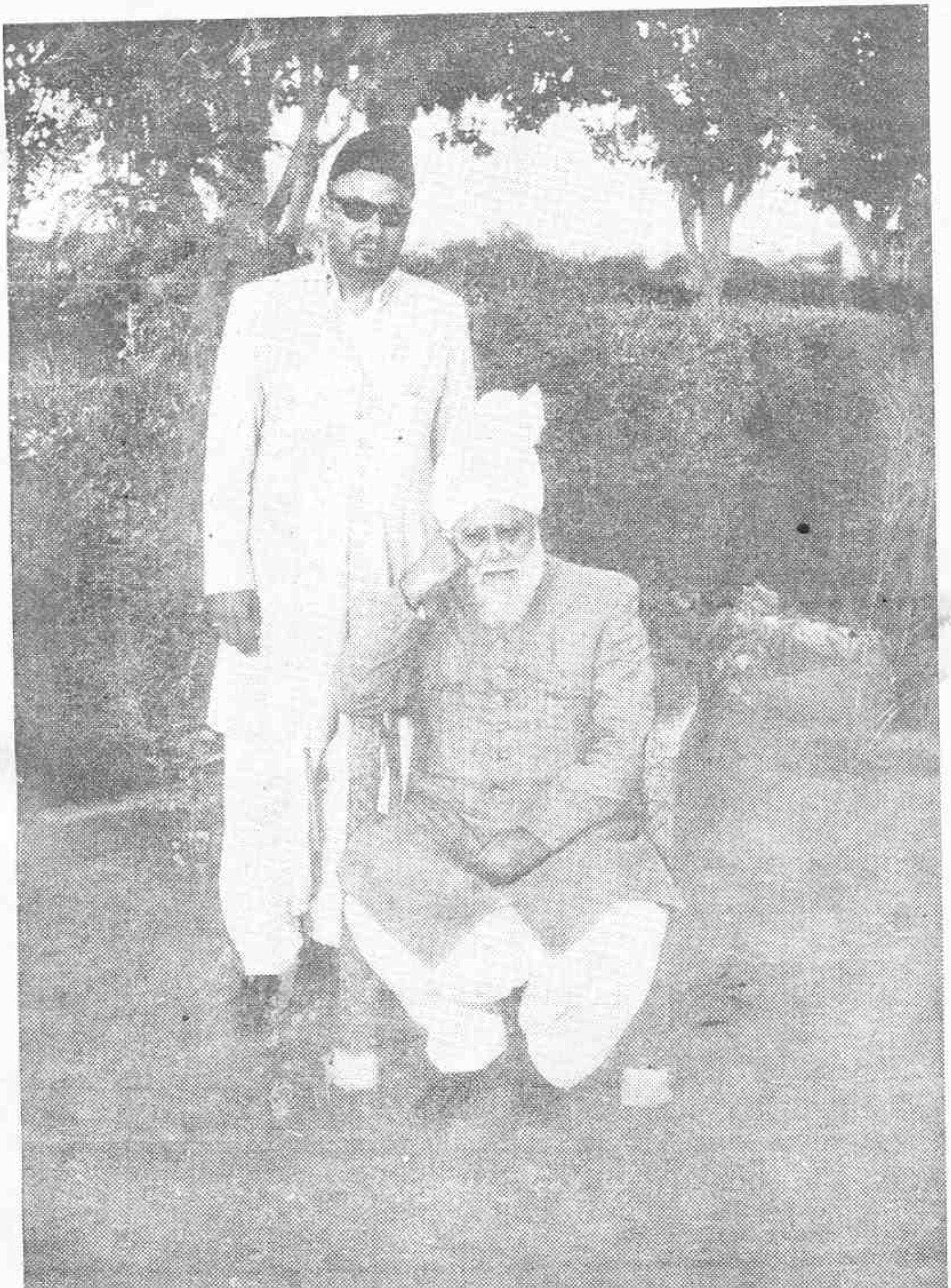

جناب ثاقب زیروی مدیر ہفت روز لاہور حضور کے ساتھ کھڑے ہیں ۔

Only Title printed at the Nusrat Art Press, Rabwah